"جو شخص دنیا سے پیار کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو ضرور نقصان پہنچاتا ہے اور جو شخص آخرت سے محبت کرتا ہے وہ اپنی دنیا کو ضرور بگاڑتا ہے، لوگو! دائمی کو عارضی پر ترجیح دو۔ (مشکوٰۃ شریف)

UNIQUE CREATIONS
Specialist in Unipole & Structure Hordings
#4, Building No.29/35, 1st Main, Opp. Masjid-e-Husna, S.R.K. Garden, Jayanagar East, Bangalore-41
E-mail: uniquecreations2008@gmail.com

"اس شخص سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔" (قرآن)

سہ روزہ دعوت نئی دہلی

www.dawatonline.com

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز دہلی اور دیوبند کے تمام اداروں کی درسیات دستیاب ہیں
حیدرآباد، اضلاع اور پڑوسی ریاستوں کے تاجرین اور اسکولس کے انتظامیہ فوری ربط پیدا کریں۔
ملنے کا پتہ
اسلامی کتابوں کی دنیا
ھدیٰ بک ڈسٹری بیوٹرس
455- پرانی حویلی، حیدرآباد-2 انڈیا
Ph:24514892,66481637
E-mail : hudabooks@yahoo.com
GENIUS Zahid

● جلد:۵۷ ● شمارہ:۵۱ ● ۴رجون ۲۰۰۹ء ● 4 June 2009 ● پنج شنبہ ● ۱۰رجمادی الثانی ۱۴۳۰ھ ● قیمت=/Rs.5 ● سعودی عرب اور دیگر خلیجی ملکوں کیلئے ۳رریال ● Posting: 2 June 2009 Tuesday

نئی مرکزی کابینہ سے کسی کو خوشی تو کسی کو مایوسی

وزیر اعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ نے اپنی حکومت کی دوسری اننگ کے جو ۷۹ رکنی وزارتی کونسل بنائی ہے۔ اس پر اگرچہ ذات پات کی چھاپ نظر آرہی ہے اور اس میں نوجوانوں کو جگہ دی گئی ہے لیکن نہ تو علاقائی بنیاد پر تمام ریاستوں کو آبادی کے حساب سے نمائندگی دی گئی اور نہ ہی مسلمانوں کو جس کی وجہ سے نئی کابینہ میں عدم توازن صاف صاف نظر آرہا ہے۔ نئی وزارتی کونسل میں صرف پانچ مسلمانوں کو شامل کیا گیا ہے۔ ان میں دو غلام نبی آزاد اور ڈاکٹر فاروق عبداللہ کابینہ درجے کے وزیر ہیں جبکہ تین سلمان خورشید، سلطان احمد اور ای احمد وزیر مملکت ہیں۔ کانگریس نے اپنے کوٹے سے صرف دو مسلمانوں کو وزیر بنوایا ہے جبکہ تین وزراء حلیف پارٹیوں نیشنل کانفرنس، ترنمول کانگریس اور انڈین یونین مسلم لیگ کے ہیں۔ ملک میں مسلمانوں کی آبادی تیرہ فیصد سے بھی زیادہ ہے لیکن حکومت یا وزارتی کونسل میں اس کے نصف بھی حصے داری نہیں دی گئی۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کے بارے میں حکومت کی پالیسی کیا ہوگی اور ان کے مسائل پر کتنی توجہ دے گی۔

نئی وزارتی کونسل کے بارے میں دوسری بات یہ کہی جارہی ہے جسے ملک کے ذرائع ابلاغ نے اٹھایا ہے اور اس کا پروپگنڈہ بھی کیا جارہا ہے وہ یہ کہ جو وزارتی کونسل بنائی گئی ہے اس سے اقتدار کا مرکز شمال سے منتقل ہوکر جنوب چلا گیا ہے کیونکہ وزارتی کونسل پر جنوب کا دبدبہ ہے اور بیشتر اہم وزارتیں جنوبی ہند میں چلی گئی ہیں۔ خواہ وہ وزارت داخلہ ہو یا خارجہ اور دفاع یا دیگر اہم وزارتیں۔ یہ معمولی بات نہیں ہے کہ ۷۹ رکنی وزارتی کونسل میں جنوبی ہند کے پچیس وزراء ہیں۔ تقریباً ایک تہائی وزراء تو جنوبی ہند کے بنادیے گئے ہیں۔ اہم وزارتیں بھی ان ہی کو سونپ دی گئی ہیں۔ اگر واقعی کسی کے ساتھ حق تلفی ہوئی ہے یا کسی ریاست کو کم نمائندگی دی گئی ہے تو پہلا نمبر بہار کا آتا ہے جہاں سے سابقہ منموہن سنگھ سرکار میں سات وزراء تھے۔ اس بار صرف ایک میرا کمار کو وزیر بنایا گیا ہے۔ ملک کی سب سے بڑی ریاست اترپردیش کے پانچ وزیر تو بنائے گئے ہیں لیکن سبھی وزیر مملکت ہیں۔ ریاست سے کسی کو بھی کابینہ درجہ کا وزیر نہیں بنایا گیا ہے۔ شمالی ہند سے تعلق رکھنے والے راجدھانی دہلی سے تین وزیر تو بنادیے گئے ہیں لیکن ہریانہ، جموں وکشمیر، جھارکھنڈ اور اتراکھنڈ کو ایک ایک وزیر دے کر برائے نام نمائندگی دی گئی ہے۔ جبکہ مدھیہ پردیش اور پنجاب سے بالترتیب چار اور تین وزراء بنائے گئے ہیں۔ کابینہ میں سب سے زیادہ نمائندگی تامل ناڈو اور مہاراشٹر کو دی گئی ہے جہاں سے ۹-۹ وزیر بنائے گئے ہیں۔ اس کے بعد مغربی بنگال سے آٹھ اور آندھرا پردیش اور کیرالا سے چھ چھ وزیر بنائے گئے ہیں۔ اگر ممبران پارلیمنٹ کے لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو واقعی کسی ریاست کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے تو وہ ہریانہ، آسام اور اڑیسہ ہیں جہاں سے کسی فارمولے کے تحت وزیر نہیں بنایا گیا ہے اور سب سے زیادہ فائدہ میں ہماچل پردیش اور میگھالیہ جیسی ریاستیں رہی ہیں جہاں سے کم ممبران پارلیمنٹ ہونے کے باوجود زیادہ وزراء بنائے گئے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نئی مرکزی وزارتی کونسل میں مرکز کے زیر انتظام علاقوں سمیت کل ۲۳ ریاستوں سے منتخب کرکے ہر ذات وبرادری اور مذہبی فرقے کو نمائندگی دی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی وزارتی کونسل میں نوجوانوں اور تجربہ کار دونوں طرح کے رہنماؤں کو شامل کیا گیا ہے۔ ساٹھ وزراء کانگریس کے ہیں جبکہ حلیف پارٹیوں کے صرف ۱۹ وزراء ہیں۔ اس طرح کانگریس نے وزارتی کونسل میں نہ صرف اپنا دبدبہ قائم رکھا ہے بلکہ حلیف پارٹیوں کو جو وزارتیں دی ہیں ان میں بھی اپنی پارٹی کا ڈپٹی مقرر کرکے نگراں بنادیا ہے۔ حلیف پارٹیوں کو ان کی پسند سے محکمے بھی نہیں دیے گئے ہیں اور تمام اہم وزارتیں خصوصاً پالیسی ساز وزارتیں کانگریس نے اپنے پاس رکھی ہے۔ اہم وزارتوں میں سے صرف وزارت ریلوے ترنمول کانگریس کی صدر ممتا بنرجی کو دی ہے۔

نئی مرکزی وزارتی کونسل سے ہر ایک کو کچھ نہ کچھ شکایتیں ہیں، مثلاً بہار کو یہ شکایت ہے کہ اسے صرف ایک وزارت دی گئی جبکہ اتراکھنڈ کے لوگوں کا کہنا ہے کہ وہاں سے تمام نشستیں کانگریس کو ملنے کے باوجود اسے صرف ایک وزیر مملکت بطور صلہ دیا گیا۔ یادو برادری کو الگ شکایت ہے کہ ان کی برادری سے برائے نام ایک وزیر مملکت بنایا گیا۔ جبکہ مسلمانوں کا کہنا ہے کہ کانگریس کے ٹکٹ پر گیارہ مسلمان جیتنے اور اس کی کامیابی میں اہم رول ادا کرنے کے باوجود پارٹی نے صرف دو مسلمانوں کو وزیر بنوایا۔ باقی تین حلیف پارٹیوں کے ہیں۔ اس طرح سابقہ منموہن سنگھ سرکار سے ایک کم ہی مسلم وزراء بنائے گئے جبکہ دلتوں پر نوازش کا عالم یہ رہا ہے کہ سابقہ حکومت میں سات دلت وزراء تھے اس بار ان کی تعداد دس کردی گئی۔ غرضیکہ وزارتی کونسل میں جتنا توازن پیدا کرنے کی کوشش کی گئی اسی قدر وہ عدم توازن کا شکار ہوگئی۔ (ص ن)

گجرات میں مسلمانوں کے خلاف پولیس افسران سرگرم

گجرات میں نہ صرف ہندوتوادی نریندر مودی کی حکومت ہے یہاں کی پولیس رام راجیہ کے نئے نئے نمونے پیش کررہی ہے جہاں مسلمانوں کے رہنے کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ گجرات پولیس کا چھوٹا بڑا ملازم ہو کہ افسر صرف مسلم دشمنی کے مظاہرہ کو اپنی ڈیوٹی تصور کرتا ہے۔ ۲۰۰۲ء کے مسلم قتل عام میں مختلف لیڈروں اور افسران کے ملوث پائے جانے اور گرفتار ہوکر جیل خانوں کی ہوا کھانے کے واقعات سامنے آجانے کے باوجود یہاں کی پولیس کو مسلمانوں کے سلسلے میں نہ قانون کا کوئی پاس ولحاظ ہے نہ ذلت ورسوائی کا ڈر وخوف کہ جس طرح بابری مسجد کی شہادت کے بعد اترپردیش کے اس وقت کے وزیر اعلیٰ کلیان سنگھ نے فخر کے ساتھ نعرہ لگاتے ہوئے اس کو اپنا ایک کارنامہ قرار دیا تھا اور اس کے بدلے میں ہر سزا کو اپنے لئے قابل فخر تصور کیا تھا اور جس طرح مودی گجرات میں ہندو دھرم کو رسوا اور بدنام کرنے کے بعد ہندوتوادیوں کے ہیرو بنے ہوئے خم ٹھونکتے پھر رہے ہیں پولیس کے ملازمین وافسران بھی اس عمل کو اپنے لئے آئیڈیل اور نمونہ تصور کررہے ہیں جس کی وجہ سے ۲۰۰۲ء کے بعد سے برابر ان کی وحشیانہ کرتوتوں کی خبریں منظر عام پر آتی رہتی ہیں۔ ایک تازہ اطلاع کے مطابق گجرات اسٹیٹ ہیومن رائٹس کمیشن نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ متعصب اور ذہنی تحفظات میں مبتلا پولیس والوں نے اس سال جنوری میں کچھ ہندوتوادی تنظیموں کو خوش کرنے کے لئے ایک اخبار نویس سمیت مسلم نوجوانوں کو پولیس چوکی سے باہر سڑک پر ڈال کران پر لاٹھیاں بجائیں۔ پھر ان کے خلاف فساد انگیزی کا کیس درج کیا۔ ان کے خلاف سماج مخالف سرگرمیوں کے انسداد کے نام پر بنائے گئے قانون پی اے ایس اے لگایا اور انہیں جیل کی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا۔ یہ سب کچھ کرنے والا کوئی ایک دو آدمی یا سپاہی نہیں پولیس انسپکٹر اور سب انسپکٹر سمیت پوری بٹالین نے یہ کارنامہ انجام دیا۔ پھر فریاد کریں تو کہاں کریں ضلع مجسٹریٹ پی اے ایس اے نافذ کرنے کے سلسلے میں فائنل اتھارٹی ہوتا ہے مگر جہاں وہ خود برسرعام نریندر مودی کے پیر چھو چھو کر فوٹو کھنچوا رہا ہو اور صلہ میں ترقی پارہا ہو تو اس سے کیسے انصاف کی امید کی جاسکتی ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر حالت تو یہ ہے کہ شکایت کی گئی اور اس بارے میں ان کی رائے معلوم کی گئی تو ٹکا سا جواب دے دیا: "میں اس مسئلے پر کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ اب یہ باب بند ہوچکا ہے حالانکہ ریاستی کمیشن برائے حقوق انسانی نے تو یہ بات اب کھولا ہے۔ اس طرح جب حقوق انسانی کی خلاف ورزی سے متعلق کیسوں کو دیکھنے والے گجرات ڈپٹی سکریٹری پردیپ پاریکھ سے فریاد کی گئی تو انھوں نے معصومیت کے ساتھ کہہ دیا مجھے اس طرح کے کسی کمیشن کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔

۹رجنوری کو چار مسلم نوجوانوں پر الزام لگایا گیا کہ انھوں نے ایک ہارڈ ویئر اسٹور کے مالک کو بندر مار پر حملہ کیا اور ساور کنڈ کے مین بازار میں واقع اس کی دکان لوٹ لی۔ دیر گئے رات کو پولیس والوں نے اپنی سرگرمی کا مظاہرہ کیا اور چاروں کو گرفتار کرلیا۔ وشو ہندو پریشد سے وابستہ کچھ تاجروں اور لیڈروں نے پولیس والوں سے خواہش ظاہر کی کہ ذرا انہیں سڑک پر ڈال کر لاٹھیاں بجاؤ تاکہ ہمیں تماشہ دیکھنے کا موقع ملے، بس پھر کیا تھا ہندوتوادیوں کی خواہشات کی تکمیل کے لئے وہ نوکری ہی کرتے ہیں، ایک انسپکٹر اور ایک سب انسپکٹر سمیت پولیس والوں کا ایک پورا گروپ ان چاروں کو چوکی سے باہر سڑک پر لاکر ان پر ٹوٹ پڑا۔ وہاں اپنی صحافتی ذمے داریاں ادا کرنے کی کوشش میں دوسرے اخباری نمائندوں کے ساتھ ایک مقامی اخباری نمائندہ نے اس موقع کا فوٹو لینے کی کوشش کی تو پولیس والوں نے اس پر بھی اپنا قہر برپا کردیا۔ انھوں نے کئی دوسرے مسلمانوں کو بھی اپنی قانون شکنی کا شکار بنایا حتیٰ کہ ایک گھر کے اندر گھس کر ایک حاملہ عورت کو بھی زدوکوب کرڈالا۔ اخباری نمائندہ اور چھ دیگر مسلمانوں کے خلاف فساد انگیزی کا مقدمہ دائر کردیا جبکہ چار کو جیل بھیج دیا۔ اخباری نمائندہ اقبال غوری کو گرفتار کرکے اس کے خلاف پی اے ایس اے لگادیا۔

آخر اقبال غوری نے ریاستی کمیشن برائے حقوق انسانی سے رجوع کیا جو ۲۰۰۶ء میں تشکیل دیا گیا تھا اور جس کے چیئرمین اس وقت گجرات ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ چیف جسٹس دیا سرن سنہا ہیں۔ اقبال غوری اس سے پہلے گجرات کے سینئر پولیس افسران اور چیف جسٹس آف انڈیا کو لکھ کر یہ شکایت کرچکا تھا کہ اس ظلم وزیادتی کے باوجود پولیس نے اس کی ایف آئی آر درج کرنے سے انکار کردیا۔ ۱۶راپریل کو کمیشن نے اپنی رپورٹ پی اے ایس اے ایڈوائزری بورڈ کو پیش کرتے ہوئے پولیس پر تنقید کی تب ۲۵راپریل کو یہ قانون ہٹایا گیا اور اقبال غوری کو رہائی ملی۔ کمیشن نے لکھا کہ مسلم نوجوانوں کو پھنسانے کے لئے پولیس نے حقائق کو توڑ مروڑ کر درج کیا۔ پولیس انسپکٹر ایم این ترویدی نے بہت چالاکی کے ساتھ ایف آئی آر میں حقائق کو تبدیل کردیا اور اگرچہ ایل سی بی پولیس اس موقع پر موجود تھی مگر ایف آئی آر میں اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ جبکہ مسلم نوجوانوں کو ایل سی بی کے سب انسپکٹر سوتارا اور دوسرے پولیس والوں نے بھی زدوکوب کیا جیسا کہ فوٹو گراف سے صاف ظاہر ہے۔ کمیشن نے اس سلسلے میں ضلع اتھارٹیز سے بھی وضاحت طلب کی ہے جس نے مظالم کے شکار مسلم نوجوانوں کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے کچھ نہیں کیا تھا۔ کمیشن نے پولیس اور ضلع مجسٹریٹ وضلع انتظامیہ کے خلاف سخت شکایتی نوٹ لگایا ہے۔ اس وقت دیکھا یہی جارہا ہے کہ حقوق انسانی کے تحفظ کے لئے سرگرم سماجی کارکن اور کمیشن اور کورٹ ہی مظلوم مسلمانوں کو تحفظ فراہم کررہے ہیں ورنہ نہ صرف نریندر مودی مرکز میں منموہن سنگھ کی کانگریس کی سربراہی والی یوپی اے حکومت بھی بٹلہ ہاؤس انکاؤنٹر کے سلسلے میں مستقل یہی منطق پیش کررہی ہے کہ عدالتی تحقیقات کرانے سے پولیس والوں کا مورال گرجائے گا۔ حالانکہ پولیس والوں کے خلاف نہ صرف انکوائریاں عام بات ہیں بلکہ کورٹ میں ان کے بیانات پر ہمیشہ بحثیں ہوتی ہیں۔ پولیس والوں کے خلاف فیصلے ہوتے ہیں اور ان کے خلاف کارروائیاں بھی ہوتی ہیں۔ لگتا ہے، بٹلہ ہاؤس انکاؤنٹر کیس میں سوال پولیس والوں کے مورال کا نہیں بلکہ ان کو استعمال کرنے والے سرکار کے ذمے داروں کے پھنسنے کا ہے۔ پھر کس سے داد چاہیں کس سے فریاد کریں۔ (ع ق)

بلاتبصرہ

آج تک میری سمجھ میں یہ بات نہیں آسکی کہ آخر ہندوستانی طلبہ اعلیٰ تعلیم کے لئے باہر کیوں جاتے ہیں جبکہ علم کے ہر میدان میں یہاں بھی اعلیٰ تعلیم کے مواقع موجود ہیں۔ یہاں صرفہ بھی کم ہے اور خطرات تو بالکل نہیں، جبکہ باہر ان کے ساتھ نسلی امتیاز ہوتا ہے اور تشدد بھی۔ اس لئے والدین کو یہ میرا مشورہ ہے کہ انہیں اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم کے لئے بیرون ملک بھیجنے کے فیصلے پر نظرثانی کرنی چاہئے۔

جے آدن الگونڈر، تھنجاور
ہندو، ۳۰رمئی ۲۰۰۹ء

اسرائیلی حملے سے خطہ میں مسائل

واشنگٹن۔ انسانی حقوق کے عالمی ادارے ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اپنی سالانہ رپورٹ میں کہا ہے کہ اسرائیل نے غزہ پر جنگ مسلط کرکے خطے کو مسائل کا گڑھ بنا دیا ہے۔ اسرائیلی محاصرے سے ظلم کے شکار غزہ کے پندرہ لاکھ عوام کے لئے صحت وصفائی کے مسائل میں اضافہ ہوگیا۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کا کہنا ہے کہ اسرائیلی جیلوں میں آٹھ ہزار فلسطینی قیدی موجود ہیں جس میں تین سو بچے ہیں اور ۵۵۰ ایسے ہیں جن پر کوئی الزام بھی نہیں ہے۔ تنظیم کی سربراہ ارین خان کا بھی کہنا ہے کہ جنوبی ایشیا میں لڑائی کے دوران انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہورہی ہے۔

امریکی ایجنسیوں کو تشویش

نیویارک۔ امریکہ کی متعدد جیلوں میں قید کے دوران اسلام قبول کرنے والے نومسلموں کے بارے میں امریکی ایجنسیاں اور وفاقی ادارے تشویش کا شکار ہیں۔ ایف بی آئی اور دیگر اداروں کی تحقیقات کے مطابق نومسلم قیدیوں میں سے بیشتر ماضی میں سنگین جرائم میں ملوث رہے ہیں۔

اسرائیل کیخلاف امریکہ کا بیان

واشنگٹن۔ امریکی وزیر خارجہ ہلیری کلنٹن نے اسرائیل پر زور دیا ہے کہ وہ بلا استثناء اپنی تمام بستیوں کی توسیع بند کردے۔ کئی برسوں میں یہ پہلا موقع ہے کہ امریکی انتظامیہ کی طرف سے اسرائیلی بستیوں کی تعمیر منجمد کرنے کے لئے اتنا پر زور بیان دیا ہے۔ ہلیری کلنٹن کا کہنا ہے کہ اس سلسلے میں اسرائیل کو کوئی رعایت نہیں دی جائے گی۔ ان کے مطابق امریکی صدر بارک اوبامہ نے اسرائیلی وزیر اعظم بنجامن نتن یاہو پر اپنی ملاقات کے دوران واضح کردیا تھا کہ تمام یہودی بستیوں کی تعمیر بند ہونی چاہئے خواہ وہ ہراول چوکیاں ہوں یا قدرتی پھیلاؤ کے تحت بننے والی عمارت اسرائیل موجودہ بستیوں کے اندر تعمیری کام کو قدرتی توسیع کا نام دیتا ہے۔

شمالی کوریا پر پابندی پر اتفاق

اقوام متحدہ۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے تمام مستقل ارکان اس بات پر متفق ہیں کہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جوہری تجربہ کرنے کی وجہ سے شمالی کوریا پر پابندی لگانی چاہئے۔

ڈرونز گرانے سے جنگ کا خطرہ

اسلام آباد۔ پاکستان کی فضائی فوج کے سربراہ ایئر چیف مارشل راؤ قمر سلیمان کا کہنا ہے کہ پاکستان کے پاس امریکی جاسوس طیاروں کو گرانے کی صلاحیت موجود ہے لیکن اندیشہ ہے کہ اگر ایسا کیا گیا تو پاکستان اور امریکی یا ناٹو فضائیہ کے درمیان فضائی جنگ شروع ہوسکتی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ان ڈرونز یا ہوا میں اڑتی ہوئی کسی دوسری چیز کو مار گرانا مسئلہ نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس کے بعد کیا ہوگا۔ امریکی فوج ان حملہ آور جاسوس طیاروں کی حفاظت کے لئے لڑاکا طیارے بھیجے گی۔

روس بھی گیس پروجیکٹ میں

ماسکو۔ روس کی توانائی کمپنی گزپروم دعوت ملنے پر اربوں ڈالر کے ایران اور پاکستان گیس پائپ لائن پروجیکٹ میں شامل ہوسکتی ہے۔ روس کے نائب وزیر توانائی نیوونسکی نے ماسکو میں اس کی جانکاری دی۔ ادھر کمپنی کے ایک بڑے منیجر کا کہنا ہے کہ کمپنی پائپ لائن کی تعمیر میں بطور پروجیکٹ آپریٹر اور ٹھیکیدار کام کرے گی۔

خبر ونظر

"قومی مصائب کے ۲۵ سال"

قومی مصائب کے پچیس سال — یہ اُس کتابچے یا فولڈر کا نام ہے جو امرتسر میں آپریشن بلیو اسٹار کی پچیسویں برسی کے موقع پر پورے پنجاب میں تقسیم کیا جارہا ہے۔ اخبار بینوں کو یاد ہوگا کہ ۸۰ کی دہائی کے اوائل میں ریاست پنجاب میں خالصتان کے قیام کی تحریک زوروں پر تھی۔ سنت جرنیل سنگھ بھنڈراں والے اس تحریک کے سب سے بڑے رہنما تھے، ان کا مستقر امرتسر کے ہرمندر صاحب یا دربار صاحب میں جسے گولڈن ٹمپل کہا جاتا ہے، تھا؛ ان کے پیروکار وہیں سے پرتشدد کارروائیاں کرتے تھے۔ ریاستی انتظامیہ اور مرکزی حکومت سخت پریشان تھی۔ بالآخر حکومت نے عسکریت پسندوں کی سرکوبی کے لئے فوجی کارروائی کا منصوبہ بنایا۔ ۶رجون ۱۹۸۴ء کو یہ کارروائی ہوئی۔ بھنڈراں والے کے مستقر کے ساتھ ساتھ دربار صاحب کی عظیم الشان عمارت، جو دنیا بھر کے سکھوں کی سب سے محترم ومقدس عمارت تھی مسمار ہوگئی۔ ظاہر ہے کہ سکھ قوم کے لئے یہ انتہائی صدمے کی بات تھی۔ اس کی طرف سے غم وغصے کے اظہار کا سلسلہ مختلف شکلوں میں شروع ہوگیا۔ غیظ وغضب کا سب سے بڑا مظاہرہ اسی سال ۳۱راکتوبر کو وزیر اعظم اندرا گاندھی پر مہلک قاتلانہ حملے کی شکل میں دیکھا گیا۔ اس کے بعد دہلی وغیرہ میں سکھ مخالف فسادات ہوئے، ہزاروں مارے گئے۔

جان سے زیادہ عقیدہ عزیز ہے

لیکن سکھ قوم کو فسادات میں مارے جانے سے کہیں زیادہ سخت صدمہ ہرمندر صاحب کی مسماری کا تھا۔ یہ زخم آج بھی تازہ ہے اور اہم بات یہ کہ سکھ قوم یہ زخم تازہ ہی رکھنا چاہتی ہے۔ حالانکہ پچیس سال کے اس عرصے میں سکھ قوم کی دلجوئی کی بھرپور کوشش کی گئی۔ ان کا اعتماد بحال کرنے کے اقدامات تو فوری طور سے کردیے گئے تھے، دربار صاحب کی شاندار عمارت ازسرنو سرکاری خرچ پر تعمیر کردی گئی تھی (مگر بعد میں سکھ قوم نے اسے مسمار کرکے اپنے مذہبی طریقے کے مطابق کارسیوا کے ذریعے دوبارہ تعمیر کیا) پانچ سال کے اندر اندر سکھ قوم بظاہر پوری طرح ملک کے مین اسٹریم میں شامل ہوچکی تھی ہرچند کہ فسادات کے مقدمات اور معاوضہ کا عمل جاری رہا۔ لیکن اشارے ملتے رہے کہ سکھ قوم اس صدمے سے باہر نہیں آسکی ہے۔ اب پچیسویں برسی کی تیاریوں کی جو تفصیلات امرتسر سے آرہی ہیں، ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ پوری سکھ قوم اس میں شامل ہے۔ حال ہی میں وزیر اعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ نے سکھوں کو مشورہ دیا تھا کہ ۱۹۸۴ء میں جو کچھ ہوا، اسے بھول جانا چاہئے؛ اس بیان کا اثر الٹا ہوا۔ تیاریوں میں تیزی اور شدت آگئی۔ وزیر اعظم پر سخت تنقید ہونے لگی۔ سکھ لیڈر اعلان کررہے ہیں کہ اس صدمے کو بھلایا نہیں جائے گا۔ ہمیشہ زندہ رکھا جائے گا۔

زندہ قوم کی زندگی

یہ امر غیر سکھوں کے درمیان موضوع بحث بن سکتا ہے کہ سکھ برادری آخر اس صدمے کو زندہ اور زخم کو ہرا کیوں رکھنا چاہتی ہے؛ کب تک رکھنا چاہتی ہے یا یہ کہ وہ کس سے کیا چاہتی ہے۔ اس کا ہدف کیا ہے؟ لیکن یہ بہرحال واقعہ ہے کہ ۱۹۸۴ء کے واقعات ہر سکھ کے دل ودماغ میں آج بھی تازہ ہیں خواہ ان کی سیاسی وابستگی کسی سے بھی ہو، سکھوں کے مختلف فرقے اور متعدد ڈیرے ہیں، ذات برادری کی کشمکش ان کے درمیان بھی موجود ہے۔ ویانا کے واقعے کے بعد یہ کشمکش مزید بڑھ گئی ہے، لیکن ۱۹۸۴ء کے صدمے میں سب شریک ہیں۔ اور یہ ایک زندہ قوم کی زندگی کی علامت ہے۔ البتہ پچیس سال کے اس عرصے میں ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ آپریشن بلیو اسٹار اور دہلی کے فسادات کے لئے سکھ قوم صرف کانگریسیوں کو ذمے دار سمجھتی ہے جبکہ ان لوگوں سے اس کی گہری دوستی ہے جو ۸۰ کی دہائی میں اس کے خلاف نفرت کا ماحول بنانے میں پیش پیش تھے۔ اندرا گاندھی اور کانگریسیوں نے اس ماحول سے صرف فائدہ اٹھایا تھا۔ ان واقعات کی دن بدن کی تفصیلات اُس دور کے اخبارات کی فائلوں میں آج بھی محفوظ ہیں کہ کون کیا کررہا تھا؟ کس کا مطالبہ کیا تھا۔ غیر سکھ مبصرین کے لئے تحقیق کا یہ دلچسپ موضوع ہے کہ سکھ دانشوروں اور اہل علم کے مابین یہ نکتہ موضوع بحث کیوں نہ بن سکا۔ (پ ر)

عوام کیسی حکومت چاہتے ہیں؟

حالیہ عام انتخاب کے غیر متوقع نتائج کے بارے میں طرح طرح کے خیالات ظاہر کئے جارہے ہیں۔ سیاسی لیڈروں کی جانب سے بھی اس پر خیال آرائیاں ہورہی ہیں اور تجزیہ نگار بھی اس کے بارے میں اپنی اپنی رائیں ظاہر کررہے ہیں۔ عام لوگ بھی اظہار خیال کررہے ہیں۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ عام آدمی نے مخلوط حکومتوں کا جو تجربہ کیا وہ نہایت تلخ رہا۔ بتایا جارہا ہے کہ ان مخلوط حکومتوں کی سب سے بڑی کمزوری یہ رہی کہ ان کے بارے میں ہر دم یہ کھٹکا لگا رہتا تھا کہ کسی وقت بھی حکومت گرسکتی ہے اور کم از کم چار پانچ تجربے ایسے رہے کہ حکومت گرگئی۔ ایمرجنسی کے بعد جنتا پارٹی کے دور میں اس کا پہلا تجربہ کیا گیا۔ جب تمام غیر کانگریسی پارٹیاں ایک پرچم تلے جمع ہوگئی تھیں، یہاں تک کہ اسے آگ اور پانی کا ملن بھی کہا جانے لگا تھا۔ مگر یہ تجربہ ناکام ثابت ہوا کیونکہ ملی جلی سرکار اپنی پانچ سالہ میعاد تک پوری نہیں کرسکی اور بہ مشکل تین سال چل سکی۔ اس کے بعد کانگریس دوبارہ برسراقتدار آگئی۔ اس کا دوسرا تجربہ وشوناتھ پرتاپ سنگھ کے زمانے میں کیا گیا جب ایک بار پھر غیر کانگریسی سیاسی جماعتیں اکٹھا ہوگئی تھیں۔ یہاں تک کہ اس میں پہلی مرتبہ کمیونسٹ عناصر بھی نہ صرف حکومت سازی کے عمل میں شامل ہوئے بلکہ حکومت کا حصہ بھی بنے مگر یہ تجربہ بھی ناکام رہا۔ اس کے بعد ایچ ڈی دیوے گوڑا اور اندر کمار گجرال کے زمانے میں جو تجربہ کیا گیا وہ بھی کامیاب نہیں ہوسکا۔ این ڈی اے اور یوپی اے کی صورت میں بھی جو تجربات کئے گئے وہ بھی اس لحاظ سے ناکام رہے کیونکہ ہر آنے والی حکومت کے گرجانے کا خطرہ برقرار رہتا تھا۔ غیر یقینی کی کیفیت سے یہ مخلوط حکومتیں کبھی بھی باہر نہیں نکل سکیں۔ اس لئے عوام کی خواہش تھی کہ اب ایسی کوئی کمزور حکومت نہ بنے۔ حالانکہ اس دوران مخلوط حکومت کے تین تجربے ایسے بھی ہوئے جب حکومت نے اپنی پانچ سالہ میعاد پوری کی۔ پہلی بار نرسمہاراؤ کے زمانے میں ایک کمزور حکومت بنی، دوسری بار این ڈی اے کی اور تیسری مرتبہ یو پی اے کی اور تینوں نے اپنی پانچ سالہ میعاد پوری کی۔

بھارتیہ جنتا پارٹی کے بعض لیڈر بھی یہی تاثر دے رہے ہیں کہ اس بار عوام ایک مضبوط اور مستحکم حکومت چاہتے تھے لہٰذا انھوں نے کانگریس کے حق میں فیصلہ سنایا،

باقی صفحہ ۸ پر

شکست کے لئے ذمہ دار کون؟

خورشید عالم

سوشل انجینئرنگ کے ناکامی اور خود دلتوں کے ذریعے مایاوتی کو ٹھکرائے جانے سے ناراض بی ایس پی سپریمو نے اپنا سارا غصہ مسلمانوں پر اتارا اور انہیں ملعون و مطعون کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہ اپنے ووٹوں کا استعمال کرتے تو یقیناً بی ایس پی کا یہ حشر نہیں ہوتا۔ سماجوادی پارٹی اور کانگریس نے کنفیوژن پیدا کرکے ہمیں ہرانے کا کام کیا ہے۔ جہاں تک سیاسی پارٹیوں کا معاملہ ہے وہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہر پارٹی اپنی کامیابی کے لئے مختلف حربے استعمال کرتی ہے اس لئے سیاسی پارٹیوں کو موردِ الزام ٹھہرانا مسئلے کا حل نہیں ہے۔ یہ تو ان کی سیاسی حکمت عملی ہوتی ہے جس کا استعمال خود بہوجن سماج پارٹی بھی کرتی ہے۔ اصل مسئلہ تو مسلمانوں کا ہے جنہیں مایاوتی نے نشانہ بنایا ہے۔

بہوجن سماج پارٹی نے اترپردیش میں چودہ مسلمانوں کو ٹکٹ دیا جن میں چار مسلمان کامیاب ہوئے جن کا ووٹ تناسب ۲۹ فیصد ہے۔ پارٹی نے پنڈتوں کو بیس اور دلتوں کو ۱۷ ٹکٹ دیئے جن میں بالترتیب پانچ اور دو کامیاب ہوئے جن کا ووٹ تناسب پچیس فیصد اور بارہ فیصد ہے۔ دیگر پسماندہ طبقات کو بیس اور ٹھاکروں کو چھ ٹکٹ دیئے۔ دیگر پسماندہ طبقات میں بالترتیب پانچ اور چار امیدوار کامیاب ہوئے جن کا ووٹ تناسب پچیس فیصد اور ۶۷ فیصد ہے، جبکہ ویشیہ برادری کے دو اور پنجابی کھتری کا ایک امیدوار پارٹی کا کھاتہ کھولنے میں ناکام رہا۔ اس پس منظر میں دیکھا جائے تو ٹھاکروں کو چھوڑ کر سب سے زیادہ ووٹ مسلمانوں نے بہوجن سماج پارٹی کو دیا ہے جبکہ اس کے روایتی ووٹ بینک کی سب سے خراب کارکردگی رہی ہے اور ریاست میں اسے محض بارہ فیصدی دلت ووٹ حاصل ہوا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خود دلت بھی مایاوتی کے پالیسی اور طریقۂ کار سے متنفر ہوچکے ہیں اور وہ اس پر بھروسہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ شیڈول کاسٹ کے لئے جو سیٹیں محفوظ ہیں، دلتوں کی مسیحا ہونے کا دعویٰ کرنے والی پارٹی کا ان پر بھی قبضہ نہیں ہے۔ پندرہویں لوک سبھا انتخابات میں اترپردیش کی ۸۰ سیٹوں میں سے ۴۵ سیٹوں پر بی ایس پی دوسرے نمبر پر رہی ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلمانوں نے بی ایس پی کو ووٹ دیا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو پارٹی کو وہ مقام حاصل نہ ہوتا جو آج حاصل ہے جبکہ دلتوں نے پارٹی کو ووٹ نہیں دیا۔

بی ایس پی نے ۲۰۰۴ء کے لوک سبھا انتخابات میں ریاست کی محفوظ سترہ سیٹوں میں سے صرف چار پر ہی کامیابی حاصل کی تھی اور وہاں بھی اس کے ووٹوں کی تعداد میں کوئی خاص اضافہ نہیں ہوا تھا۔ پارٹی سپریمو مایاوتی کو چھوڑ کر کوئی بھی محفوظ سیٹ ایسی نہیں ہے جس پر بی ایس پی کا قبضہ لگاتار بنا رہا ہو جبکہ آٹھ محفوظ سیٹوں پر تو پارٹی کا کھاتہ بھی نہیں کھل سکا تھا۔ وہ اس طرح ہیں: ہردوئی، موہن لال گنج، بانس گاؤں، سید پور، فیروزآباد، ہاتھرس، خورجہ اور بارہ بنکی۔ ہردوئی میں تو سماجوادی پارٹی کے اوشا ورما نے بی ایس پی امیدوار کو سات فیصد سے زائد ووٹوں سے ہرایا تھا۔ موہن لال گنج میں بھی کم وبیش یہی صورتحال رہی ہے۔

۲۰۰۹ء کے لوک سبھا انتخابات نئی حد بندی کے تحت منعقد ہوئے جس میں بعض سیٹیں تو بدل گئیں لیکن محفوظ نشستوں کی تعداد سترہ ہی ہیں۔ یہاں بی ایس پی کی کارکردگی کا حال یہ ہے کہ وہ ۲۰۰۴ء کے اپنے اسکور کو بھی باقی نہ رکھ سکی اور سترہ سیٹوں پر محض دو پر ہی اسے اکتفا کرنا پڑا۔ شیڈول کاسٹ کے لئے محفوظ نشستوں کے اعداد وشمار بی ایس پی کی دلتوں میں گرتی ساکھ کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دلتوں نے مایاوتی کی سوشل انجینئرنگ کو مسترد کردیا ہے۔

دیگر محفوظ نشستوں میں بی ایس پی نے بجنور کی سیٹ ۱۹۹۸ء میں حاصل کی تھی اس کے بعد یہ سیٹ بی جے پی نے ہتھیالی۔ ۲۰۰۹ء میں یہ سیٹ راشٹریہ لوک دل کے پاس ہے۔ ۲۰۰۹ء کے انتخاب میں محفوظ نشست نہیں رہی۔ مسرکھ ان قابل ذکر سیٹوں میں سے ہے جس پر پارٹی کبھی ہاری اور کبھی جیتی ہے۔ ۱۹۹۸ء میں بی ایس پی نے پہلی بار یہاں اپنا پرچم لہرایا تھا۔ ۲۰۰۴ء میں بھی اس نے اپنی دعویداری برقرار رکھی تھی حتیٰ کہ بی ایس پی کے سابق رکن پارلیمنٹ نے ۲۰۰۹ء کے انتخاب میں اپنی اس حیثیت کو باقی رکھا ہے۔ لال گنج سیٹ پر بھی بی ایس پی نے قبضہ جمایا ہے۔ ۲۰۰۴ء کے انتخاب میں یہ سیٹ اس نے سماجوادی پارٹی سے چھینی تھی۔

جالون پر بی ایس پی ایک بار سے زیادہ کبھی کامیاب نہیں ہوئی۔ ۱۹۹۹ء میں بی ایس پی کو یہ سیٹ ۲۰۰۴ء کے انتخابات میں بی جے پی کے بھانو پرتاپ ورما کے ہاتھوں گنوانی پڑی۔ پارٹی کو یہاں تیسرا مقام ملا ہے تب سے اب تک بی ایس پی اس کو حاصل نہیں کرسکی ہے۔ ۲۰۰۹ء کے انتخاب میں یہ سیٹ سماجوادی پارٹی کے پاس ہے۔ گزشتہ انتخاب میں پہلی بار بی ایس پی رابرٹس گنج پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوئی تھی لیکن ۲۰۰۹ء کے انتخاب میں اس سے یہ سیٹ سماجوادی پارٹی کے پکوڑی لال نے چھین لی ہے۔

بستی سیٹ پر ۲۰۰۴ء میں بی ایس پی نے اپنا کھاتہ کھولا تھا۔ ۲۰۰۹ء میں بھی اس نے اپنی پوزیشن کو بحال رکھا ہے لیکن اب یہ محفوظ نشست نہیں ہے۔ اکبرپور جہاں ۱۹۹۶ء میں پارٹی نے اپنا کھاتہ کھولا تھا اور بی ایس پی سپریمو مایاوتی تین بار یہاں سے اپنی جیت درج کرا چکی ہیں۔ ۲۰۰۴ء میں بی ایس پی سے یہ سیٹ پھسل گئی اور سماجوادی پارٹی نے اس پر قبضہ جمالیا تھا۔ ۲۰۰۹ء کے انتخاب میں کانگریس نے سماجوادی پارٹی سے یہ سیٹ چھین لی ہے۔ اب یہ محفوظ سیٹ میں شامل نہیں ہے۔

بجنور لوک سبھا حلقہ سے بی ایس پی امیدوار شاہد صدیقی کو ۱۳۳۰۰۰ ووٹ ملے جو آر ایل ڈی کے کامیاب امیدوار سے پچیس ہزار کم تھے۔ یہ دوسرے نمبر پر رہے۔ شراوستی حلقہ سے بی ایس پی امیدوار رضوان ظہیر دوسرے نمبر پر رہے اور انہیں ۱۶۰۰۰۰ ووٹ ملے۔ ڈومریا گنج حلقے میں بی ایس پی امیدوار محمد مقیم کو ۱۵۱۰۰۰ ووٹ کے ساتھ دوسرے نمبر پر رہے جبکہ اعظم گڑھ میں اکبر احمد ڈمپی بھی ۱۹۹۰۰۰ ووٹوں کے ساتھ دوسرے نمبر پر رہے۔

ان حقائق کے بعد مایاوتی کا مسلمانوں کو موردِ الزام ٹھہرانا دراصل کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مترادف ہے۔ یہ تو مسلمانوں کی بے حسی ہے کہ ایک ایسی پارٹی کو اپنی حمایت دے رہے ہیں جو ان کی عزت نفس پر حملہ کررہی ہے۔ بی ایس پی سپریمو کانشی رام ہی تھے جنھوں نے بابری مسجد قضیہ کا حل پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ نعوذ باللہ اس کی جگہ بیت الخلاء تعمیر کردیا جائے۔ پارٹی نے اپنے اس موقف پر آج تک کوئی صفائی پیش نہیں کی اور نہ ٹکٹ حاصل کرنے کے خواہشمند مسلمانوں نے اس سے اس پر کسی وضاحت کی ضرورت محسوس کی۔ ایٹمی توانائی کے مسئلے پر بی ایس پی نے کانگریس قیادت والی یو پی اے حکومت پر نکتہ چینی کرتے ہوئے مسلمانوں کو اپنے سے جوڑنے کی حکمت عملی کے تحت قائدین ملت سے ملاقاتیں کیں۔ اس ملاقات کا فوٹو اخبارات میں شائع ہوچکا ہے جس میں قائدین ملت ننگے پاؤں مایاوتی کے دربار میں باادب حاضر ہیں اور خود مایاوتی اور ان کے مشیر خاص ستیش چندر مشرا دونوں چپل پہنے ہوئے ہیں۔

کانپور میں بجرنگ دل کارکن کے یہاں بم دھماکے کی سی بی آئی انکوائری کی مانگ کو کسی اور نے نہیں مسلمانوں کی ہمدردی کا دم بھرنے والی مایاوتی حکومت نے مسترد کیا۔ مایاوتی کے زمام اقتدار میں مسلمان محفوظ نہیں ہے۔ اعظم گڑھ کے معاملے میں پارٹی کا رویہ کانگریس ہی کی طرح رہا۔ اس پر نہ تو کبھی پارٹی نے اور نہ اس کی سپریمو نے کوئی لب کشائی کی۔ واقعہ یہ ہے کہ دیگر سیاسی پارٹیوں کے اراکین کو اس حد تک تو آزادی حاصل ہوتی ہے کہ وہ مسلمانوں سے متعلق کبھی کبھار دکھاوے کے لئے ہی کچھ بول لیتے ہیں چاہے معاملہ ملکی سطح کا ہو یا بین الاقوامی سطح کا۔ لیکن بی ایس پی اس معنی میں واحد پارٹی ہے کہ اس کے اکلوتے اور ہردلعزیز وزیر نسیم الدین صدیقی مسلمانوں سے متعلق کسی مسئلے پر منہ نہیں کھولتے ہیں۔ بات چاہے بے گناہ اور معصوم فلسطینیوں پر اسرائیل کے وحشیانہ حملوں کی ہی کیوں نہ ہو۔ گزشتہ لوک سبھا انتخابات کے تناظر میں مسلمان مایاوتی کی اس بات کو نہیں بھولے ہیں جس میں انھوں نے کہا تھا کہ مسلمان کٹر پنتھی ہیں اس لئے میں نے اپنے کیڈر سے کہا کہ بی جے پی کو ووٹ ٹرانسفر کرادو۔ گجرات میں مسلمانوں کے قتل عام کے ذمے دار نریندر مودی کے حق میں انتخابی مہم کسی اور نے نہیں بلکہ مایاوتی نے چلائی۔ انھوں نے مسلمانوں کے جذبات کا خیال نہیں رکھا اور فاشزم کو مضبوط کرنے کا کام کیا۔ انھوں نے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے اور انہیں بے عزت کرنے کا کوئی موقع جانے نہیں دیا، اس کے باوجود مسلمانوں نے انہیں اپنے سر پر بٹھایا اور ان کی پارٹی کو ووٹ دیا۔ سوال یہ ہے کہ مایاوتی کے اس احسان فراموشی کے کیا معنی ہیں؟ ان کی حکومت میں بہت بڑے عہدے پر فائز نسیم الدین صدیقی نے انہیں انتخابی نتائج کے اعداد وشمار سے واقف کراکر یہ کیوں نہیں بتایا کہ مسلمانوں نے غداری نہیں کی ہے، یا پھر یہ سب ان کی مرضی کے مطابق ہورہا ہے؟

دلتوں کو نشانہ نہ بنانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پارٹی کو بھروسہ ہے کہ دلت ووٹ بینک اس کا اپنا ہے اور آج نہیں تو کل وہ اس کی طرف واپس آجائے گا لیکن مسلم ووٹ تو محض کانگریس اور سماجوادی پارٹی سے مسلمانوں کی ناراضگی کے سبب اسے ملا تھا اور یہ عارضی ہے مستقل نہیں ہوسکتا۔ اس بوکھلاہٹ کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ بدلتے سیاسی حالات میں بی ایس پی سپریمو کے لئے دہلی کی سواری دہلی ہنوز دوراست کے مصداق کچھ مزید دور ہوگئی ہے۔ ●●

انسانی معاشرہ کو تباہی سے بچانے کی ضرورت

محمد نصیر الدین، حیدرآباد

مسلم معاشرہ کے ذہن ودماغ میں ایک اہم ترین چیز زندگی بعد موت، جزا وسزا کے تصور اور جواب دہی کے احساس کو ہمہ وقت تازہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ ملت کی یہ بڑی بدنصیبی ہے کہ قوم وملت کا درد رکھنے والے زعماء وقائدین ملت کی تعلیمی ومعاشی پستی وپسماندگی کو دور کرنے ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں۔ حالانکہ دین سے دوری اور اخلاق وکردار کی پستی زیادہ مہلک اور خطرناک ہے۔ چنانچہ مادیت، نفس پرستی، عیش پرستی کے نشے میں مسلمان بھی دیگر اقوام کی طرح بے لگام زندگی کے اسیر بننے لگے ہیں۔ خواہشات نفس کی پیروی میں وہ حلال و حرام کی تمیز کھو رہے ہیں، جائز وناجائز کا احساس ان میں ختم ہوچکا ہے۔ اصلاح حال کی فکر رکھنے والوں کا فرض ہے کہ وہ جزوی اور معمولی اہمیت کے امور کے متعلق زیادہ کوششیں کرنے کے بجائے مسلمانوں میں خوف آخرت پیدا کرنے کی کوششیں زیادہ کریں کہ فکر آخرت ہی کسی فرد کو اصلاح کے عمل پر آمادہ کرسکتی ہے۔

ہندوستانی معاشرے میں بدقسمتی سے شادی بیاہ سنگین مسئلہ بن گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صالحیت کی بنیاد پر نکاح کرنے کی تلقین فرمائی تھی لیکن اس ہدایت کو امت مسلمہ فراموش کربیٹھی ہے۔ چنانچہ خوبصورتی، مال واسباب، خاندانی رتبہ ومقام اور دیگر معیارات نکاح کی بنیاد بن گئے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلم سماج میں بن بیاہی لڑکیاں بکثرت نکاح کے انتظار میں اپنی عمر بتارہی ہیں۔ دوسری ہدایت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی تھی کہ لڑکا ہو یا لڑکی جب وہ بلوغت کی عمر کو پہنچ جائیں تو جلد از جلد ان کا نکاح کردو تا کہ وہ کسی گناہ میں مبتلا نہ ہونے پائیں لیکن مشاہدہ بتلاتا ہے کہ دوسروں کی طرح مسلم معاشرہ نے بھی اس فرمان کو نظر انداز کردیا۔ چنانچہ زیادہ سے زیادہ تعلیم پھر اچھے سے اچھے روزگار اور اس کے بعد "معیاری" رشتے کی تلاش میں والدین اتنا وقت لگا دیتے ہیں کہ اس دوران لڑکا یا لڑکی غیر اسلامی انداز میں کسی لڑکے یا لڑکی سے اپنا رشتہ قائم کرلیتے ہیں۔ اسی طرح بیوہ یا مطلقہ کی شادی کی ہمت افزائی کرنا، بیوی کے انتقال پر دوسری شادی کی طرف مرد کو توجہ دلانا معاشرہ اور سماج کو پاکیزہ رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ معاشرے کی رنگینیوں اور بے راہ روی نے بوڑھوں کو بھی جوانی کی سرحد پر لا کھڑا کردیا ہے۔

چنانچہ اخبارات اور نیوز چینل کثرت سے ایسی خبریں اور مضامین نشر کرتے ہیں جن میں جنسی جرائم کو پیش کیا جاتا ہے۔ بیوہ اور مطلقہ کو بذریعہ نکاح اپنانے اور ان کے یتیم اور باپ کی شفقت سے محروم بچوں کے سروں پر دست شفقت رکھنے کی ترغیب دی جائے کہ ہمارے مطاع ومقتدا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں گیارہ نکاح فرمائے اور صرف ایک اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا باقی تمام دس ازواج مطہرات مطلقہ و بیوہ تھیں یہاں تک کہ بعض تو کئی کئی بار کی مطلقہ اور بیوہ تھیں۔ یہ بے سہارا مطلقہ و بیوہ خواتین اور ان کے باپ کی شفقت سے محروم بچوں کی سرپرستی اور خواتین و اطفال کی فلاح وبہبود کے لئے واجب التقلید اور شاندار مثال ونمونہ ہے۔

فیشن پرستی، سنیما، ٹی وی کے کلچر اور مغربی تہذیب نے دنیا بھر میں عورت کو بے لباس کردیا ہے۔ دیگر نظریات کے لوگ جہاں مردانہ لباس، مختصر اور بھڑکیلے لباس کا استعمال کررہے ہیں وہیں مسلم امت بھی اس برائی میں کسی سے کم نہیں ہے۔ چنانچہ مسلم خواتین بھی تیزی سے غیر ساتر مردانہ وضع قطع اور فراخدلی سے کانٹ چھانٹ کیا ہوا تنگ وچست لباس زیب تن کرنے لگی ہیں۔ افسوس کہ اچھے خاصے سمجھ بوجھ رکھنے والے اصحاب بھی اس طرز عمل کی تائید میں مختلف توجیہات کرنے لگے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ دیندار طبقے کی خواتین بھی اس معاملے میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ چنانچہ ستر پوشی کی آڑ میں وہ مردانہ لباس اور وضع قطع کو جائز ٹھہرانے لگی ہیں حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں جیسا لباس اختیار کرتی ہیں۔ ظاہر ہے جب خواتین بھڑکیلے اور چست وتنگ وضع قطع کے کم سے کم کپڑے والے لباس اختیار کریں گی تو جنس مخالف کے جذبات کو روکنا محال ہوجائے گا جس کی وجہ سے بسا اوقات خود خواتین کو عفت وعصمت سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔

عرب معاشرے میں مشترکہ خاندان کو پسند نہیں کیا جاتا جبکہ ہندوستانی معاشرے میں اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ بدلتے ہوئے ماحول اور ٹی وی فلم کے برے اثرات کی وجہ سے اس مسئلے کو حقیقت پسندانہ نقطۂ نظر سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ ایک دور وہ بھی تھا جب اچھی خاصی عمر کو پہنچنے کے باوجود لڑکا یا لڑکی مرد وعورت کے رشتوں سے نابلد ہوا کرتے تھے لیکن فی زمانہ کم سنی ہی میں بچے بلوغت اور بعد از بلوغت کے تمام امور ومسائل سے واقف ہورہے ہیں، کیونکہ ایک طرف نصاب تعلیم ایڈوانس ہوچکا ہے تو دوسری طرف معاشرہ بالکل آزاد ہوچکا ہے۔

چنانچہ فی زمانہ مشترکہ خاندان کے تصور کی حوصلہ شکنی ضروری ہے تاکہ اس طرح کی خرابیوں کا سدباب کیا جاسکے۔ یوں تو اسلام نے حصول علم مرد وعورت دونوں پر فرض کیا ہے اور موجودہ معاشرے میں لڑکوں ولڑکیوں کو خاص طور سے ایسے علم و ہنر سے آراستہ کرنا اور بھی زیادہ ناگزیر ہوچکا ہے جس سے دونوں جنس کے افراد اپنے اپنے حقوق سے زیادہ فرائض سے باخبر ہوں۔ حقوق طلبی سے زیادہ فرائض کی انجام دہی پر زور دیں۔ اشتراکیت کی تعلیم حقوق کو چھیننے کی کوشش اور صرف اپنے حقوق پر نظر رکھنے نیز حقوق کے لئے لڑنے جھگڑنے کی کوشش کی بجائے دوسروں کے تئیں اپنے فرائض کی ادائیگی پر توجہ مرکوز کریں۔ اپنے حقوق کے لئے لڑنے کے بجائے اپنے اوپر لازم ہونے والے دوسروں کے حقوق ادا کرکے باہمی تعاون، پیار ومحبت کا ماحول بنائیں اور خیرسگالی کا جذبہ عام کریں۔ علم وہنر لڑکیوں میں ہمت اور حوصلہ اور استقلال پیدا کرتا ہے جو لڑکیاں اس نعمت سے محروم ہوتی ہیں مشاہدہ بتلاتا ہے کہ وہ اپنی عصمت وعفت کی اہمیت اور قدر و قیمت کے تئیں باخبر اور بیدار نہیں ہوپاتیں۔ جذبات وخواہشات کی رو میں بہہ کر سب کچھ لٹا بیٹھتی ہیں۔ عفت وعصمت کی حفاظت نہیں کرپاتیں یہ بھی ہوتا ہے کہ ڈر، خوف اور اندیشوں میں مبتلا ہوکر چپ ہوجاتی ہیں اور جب تک ہمت جٹا پاتی ہیں وقت ہاتھ سے نکل چکا ہوتا ہے۔

فلموں اور ٹی وی سیریلوں کے بنانے اور دکھانے پر سخت کنٹرول کی ضرورت ہے۔ فی زمانہ ذرائع ابلاغ بالخصوص پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا اندھی مسابقت کا شکار ہیں، محض چند ٹکوں کی خاطر اور خود کو نمبر ون بنانے کے لئے وہ نئی نسل کے اخلاق وکردار کو مسموم کررہے ہیں۔ چنانچہ عریانی، فحاشی، آزادانہ اختلاط ناجائز تعلقات وروابط اور ناجائز رشتوں کو پروان چڑھانے اور نت نئے جرائم کے انداز سکھانے میں آج کا میڈیا پوری قوت کے ساتھ سرگرم ہے۔ حکومت کے ذمے دار اور سنسر بورڈ بھی میڈیا کے اس رول سے لطف اندوز ہونے میں مصروف معلوم ہوتا ہے وہ خود بھی عریانی اور فحاشی کو قابل اعتراض نہیں سمجھتے بلکہ فیشن پرستی، آزادی اور موج مستی کے رجحان کے فروغ واشاعت کو اپنا مشن بنائے ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے گھر، دفتر، کالج اور دیگر تفریحی مقامات پر دن دہاڑے اخلاق وکردار کی دھجیاں بکھیری جارہی ہیں اور نوجوان نسل عشق ومحبت کے نام پر اپنی بھی اور دوسروں کی بھی زندگیاں برباد کررہے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ملت کے سربرآوردہ اصحاب حکومت کو اس جانب متوجہ کریں تاکہ نئی نسل کے اخلاق وکردار کی حفاظت ہوسکے۔ ملکی و ملی مسائل کے ساتھ اس بھیانک مسئلے کی طرف بھی ملی تنظیموں کو حکومت اور سنسر بورڈ سے نمائندگی کرنی چاہئے۔

معاشرے میں روز بروز جنسی جرائم اور زیادتی کے واقعات میں اضافہ ہورہا ہے۔ لیکن مجرموں کو قرار واقعی سزا کے سلسلے میں کوئی پیش رفت نظر نہیں آئی۔ یہی وجہ ہے کہ دن ہویا رات نوجوان لڑکیوں کا سکون وچین کے ساتھ باہر نکلنا محال ہوگیا ہے۔ سیاسی، سماجی اور دیگر تنظیموں کی ذمے داری ہے کہ وہ حکومت پر ہر ممکنہ دباؤ ڈالیں کہ فوجداری قوانین کو سخت بنائیں اور حصول انصاف کو سستا، آسان اور جلد حاصل ہونے کے قابل بنائیں کہ بسا اوقات برسوں چلنے والی مقدمہ بازی سے مقصد انصاف ہی ختم ہوجاتا ہے۔ اقامت دین کے علمبرداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ قانون ساز اداروں کے ارکان کو اس بات پر مائل کرائیں کہ اسلام کے تعزیری قوانین کی بنیاد ظلم پر نہیں بلکہ سراسر انصاف پر ہے۔ اسلامی قوانین کو مخالفین نے خواہ مخواہ تعصب کی بنا پر بدنام کر رکھا ہے جبکہ اسلامی قوانین جرائم کی روک تھام کے لئے معاون ومددگار ہیں۔ حکومت کے سربراہوں کو یہ بات بتانی چاہئے کہ اگر اسلامی قوانین نافذ ہوتے ہیں تو سماج اور معاشرہ کو مزید

باقی صفحہ ۷ پر

مومن کیسے ہوتے ہیں؟

محمد سیف اللہ، کوٹہ (راجستھان)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "مومن تو اصل میں وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو دل سے مانیں اور جب کسی اجتماعی کام کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم کے ساتھ ہوں تو اس سے اجازت لئے بغیر نہ جائیں"۔ (سورۃ النور: ۶۲) ایک اور جگہ فرمایا: "مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں۔ (سورۃ التوبہ: ۷۱) یہ بھی فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لئے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے اور مارتے اور مرتے ہیں۔ ان سے (جنت کا وعدہ) اللہ کے ذمے ایک پختہ وعدہ ہے تورات اور انجیل اور قرآن میں۔ اور کون ہے جو اللہ جل شانہٗ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہو؟ پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے خدا سے چکالیا ہے۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف بار بار پلٹنے والے، اس کی بندگی بجالانے والے، اس کی تعریف کے گن گانے والے، اس کی خاطر زمین میں گردش کرنے والے، اس کے آگے رکوع اور سجدے کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، بدی سے روکنے والے اور اللہ تعالیٰ کے حدود کی حفاظت کرنے والے، (اس شان کے ہوتے ہیں وہ مومن جو اللہ سے بیع کا یہ معاملہ طے کرتے ہیں) اور اے نبیؐ ان مومنوں کو خوشخبری دے دو۔ (سورۃ التوبہ: ۱۱۱۔۱۱۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے: "مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں، لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا"۔ (سورۃ الحجرات: ۱۰) یہ بھی فرمایا: "کسی مومن کا یہ کام نہیں ہے کہ دوسرے مومن کو قتل کرے، الا یہ کہ اس سے چوک ہوجائے"۔ (سورۃ النساء: ۹۲) اور فرمایا: "مومن تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ تعالیٰ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے، اور وہ اپنے رب پر اعتماد رکھتے ہیں۔ جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ حقیقی مومن ہیں"۔ (سورۃ الانفال: ۲۔۳۔۴)

ارشاد ہے: "بھلا کہیں یہ ہوسکتا ہے کہ جو شخص مومن ہو وہ اس شخص کی طرح ہوجائے جو فاسق ہو؟ یہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے" (سورۃ السجدہ: ۱۸) ارشاد فرمایا: "یقیناً کامیاب ہوگئے وہ مومن جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں، لغویات سے دور رہتے ہیں، زکوٰۃ کے طریقے پر عامل ہوتے ہیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں کے اور ان عورتوں کے جو ان کی ملکِ یمین میں ہوں کہ ان پر محفوظ نہ رکھنے میں وہ قابل ملامت نہیں ہیں، البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں وہی زیادتی کرنیوالے ہیں"۔ فرمایا اپنی امانتوں اور عہد وپیمان کا پاس رکھتے ہیں اور اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ وہ وارث ہیں جو میراث میں فردوس پائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے"۔ (سورہ مومنون: ۱ تا ۱۱) ایک جگہ فرمایا مومنوں کا کام تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلائے جائیں تاکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مقدمے کا فیصلہ کرے تو وہ کہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں"۔ (سورہ النور: ۵۱) اور فرمایا: "کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کردے تو پھر اسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے۔ (سورۃ الاحزاب: ۳۶) فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی (اس وقت تک) مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں"۔ (بخاری) ایک بار آپؐ: "مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس سے لوگوں کے خون اور مال امن میں رہیں"۔ (ترمذی) آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی (اس وقت تک) مومن نہیں ہوسکتا، جب تک وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (بخاری) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومن کی مندرجہ ذیل صفات بیان کرتے ہیں: (۱) ذکر الٰہی کرنے والا (۲) زیرک اور صاحب دانش (۳) ہر قسم کی نیکی کا طالب (۴) زیادہ خاموش رہنے والا (۵) صبر وشکر کرنے والا (۶) نہ حسد کرنے والا اور نہ غیبت کرنے والا (۷) نہ جھگڑالو، نہ عیب جو (۸) اپنے فقر میں خوش رہنے والا (۹) وفا شعار اور نرم خو (۱۰) ہر فانی چیز کو حقیر سمجھنے والا (۱۱) وسیع قلب رکھنے والا (۱۲) چہرہ (اطاعت الٰہی کی وجہ سے) بشاش اور دل (خوف آخرت کی وجہ سے) حزیں (۱۳) رحم زیادہ کرنے والا (۱۴) بخل سے دور رہنے والا (۱۵) زیادہ علم اور عظیم الشان حلم والا (۱۶) ہنستا ہے تو گلا نہیں پھاڑتا، غصے میں آتا ہے تو اوچھی حرکتیں نہیں کرتا ہے۔ ●●

حصول جنت کے آداب

سید عبدالواحد، تیلی گھر، بھوپال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے ایک جذامی دوسرا نابینا تیسرا گنجا، اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کرنی چاہی۔ ایک فرشتہ (بشکل انسان) ان کے پاس روانہ کیا گیا۔ فرشتہ نے آکر پہلے کوڑھی سے دریافت کیا کہ تجھ کو کون سا رنگ پسند ہے۔ اس نے کہا عمدہ رنگ اور اچھا جسم کیونکہ لوگ میری اس حالت سے بہت کراہیت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیر دیا۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو تندرست کرکے عمدہ رنگ عنایت فرمایا۔ فرشتہ نے اس سے دریافت کیا تجھ کو (مالوں میں) کونسا مال پسند ہے اس نے کہا اونٹ۔ فرشتہ نے اس کو ایک حاملہ اونٹنی دے کر کہا کہ تجھ کو اس میں بہت برکت ہوگی۔ پھر اندھے کے پاس آیا اس سے دریافت کیا تجھ کو کیا بات پسند ہے اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ میری بینائی مجھ کو واپس کردے بس یہی (میرے واسطے اچھا ہے) فرشتے نے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی نظر واپس عطا فرمادی۔ فرشتہ نے اس سے سوال کیا کہ (مالوں) میں کونسا مال تجھے پسند ہے۔ اس نے کہا بکریاں فرشتہ نے اس کو ایک حاملہ بکری دے کر کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو اس میں برکت دے گا۔ اس کے بعد گنجے کے پاس آیا۔ اس سے کہا تجھ کو کیا بات پسند ہے۔ گنجے نے کہا میری گنج سے لوگ کراہیت کرتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ یہ دفع ہوجائے اور مجھ کو عمدہ بال عنایت کردیے جائیں۔ فرشتہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا جس سے اس کا گنج جاتا رہا۔ فرشتے نے دریافت کیا تجھ کو کونسا مال پسند ہے۔ گنجے نے کہا۔ گائے۔ فرشتے نے اس کو ایک حاملہ گائے دے دی اور کہہ دیا اس میں تجھ کو برکت ہوگی۔ اس کے بعد ان جانوروں کے بچے پیدا ہونا شروع ہوگئے۔ (اس قدر برکت ہوئی) کہ اس کے اونٹوں سے جنگل بھر گیا، اس کی گایوں سے اور اس کی بکریوں سے۔ ایک عرصے کے بعد پھر وہی فرشتہ اپنی پہلی شکل میں پہلے کوڑھی کے پاس گیا۔ اس سے کہا کہ میں مسافر ہوں اور میرے سفر کے تمام ذرائع مسدود ہوگئے ہیں۔ اپنے وطن

باقی صفحہ ۷ پر

دعوت

۴ر جون ۲۰۰۹ء

آسٹریلیا میں نسلی امتیاز

آسٹریلیا میں پچھلے کچھ دنوں سے ہندوستانی طلبا کے ساتھ جس طرح کا سلوک کیا جارہا ہے وہ قابل مذمت کے ساتھ ساتھ باعث تشویش بھی ہے۔ اس لئے کہ ہندوستان اور آسٹریلیا کے تعلقات کبھی بھی خراب نہیں رہے ہیں، بلکہ بعض پہلوؤں سے بہت اہم رہے ہیں۔ واضح رہے کہ آسٹریلیا جوہری توانائی کے نقطۂ نظر سے کافی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ اس گروپ کا ایک ممبر ہے جو غیر فوجی بنیادوں پر جوہری توانائی فراہم کرتا ہے یا اس سے ذرائع کا حامل ملک ہے، علاوہ ازیں یہ دولت مشترکہ کا بھی ایک کلیدی حصہ ہے، عالمی سیاست میں بھی اس کا نمایاں کردار اس پہلو سے رہا ہے کہ یہ امریکہ کا حلیف ہے اور برطانیہ سے اس کی قربت تو ایک تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔ اس کا شمار ترقی یافتہ ملکوں میں ہوتا ہے۔ بعض دوسرے پہلوؤں سے بھی اس کی اہمیت ہے۔ یہ بھی ان ملکوں میں شامل ہے جہاں ہندوستانی باشندے اعلیٰ تعلیم کے لئے جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ بہت عرصے سے جاری ہے۔ لیکن پچھلے کچھ دنوں سے ہندوستانی طلباء کے ساتھ یہاں امتیازی سلوک ہونے لگا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اب وہ تشدد کا نشانہ بھی بننے لگے ہیں۔ پچھلے چند دنوں کے اندر جو واقعات پیش آئے ہیں وہ بڑے تشویشناک ہیں۔ تشویش کا پہلو یہ ہے کہ ہندوستانی طلباء سے یہاں نفرت کی جانے لگی ہے اور وہ نسلی بنیاد پر تشدد کا نشانہ بنائے جانے لگے ہیں۔ ان میں اس قدر ڈر اور خوف پیدا ہوگیا ہے کہ بعض طلباء تو اپنی تعلیم ترک کر کے وطن واپس آگئے ہیں۔ ان کا یہ احساس ہے کہ اعلیٰ تعلیم کے لئے آسٹریلیا کا رخ اب نہیں کرنا چاہئے۔ اس کی وجہ سے دوطرفہ تعلقات میں بھی کڑواہٹ آنے لگی ہے۔

پچھلے دنوں بنگلور کے ڈاکٹر محمد حنیف کے ساتھ جب اس طرح کا واقعہ پیش آیا تھا تو اس کو 'اسلامی دہشت گردی' سے جوڑ دیا گیا تھا، مگر اب تو عام ہندوستانی طلبا کو نشانہ بنایا جارہا ہے۔ ہندوستان کی خارجہ پالیسی کا جہاں تک سوال ہے تو اس میں آسٹریلیا کو کافی اہمیت دی گئی ہے۔ آسٹریلیا کی مخالفت کا اس سے کوئی پہلو نہیں نکلتا ہے۔ لیکن آسٹریلیا میں ہندوستان کے خلاف نفرت کا یہ جذبہ پایا جانا حیرت ناک بھی ہے اور قابل غور بھی۔ اس کو اکا دکا واقعات سے تعبیر کر کے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس پر غور کرنا چاہئے اور اس کا جائزہ لیا جانا چاہئے کہ آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے اور اس لئے بھی اہم ہے کہ اس کا تعلق عوامی ردعمل سے ہے۔ یعنی ہندوستانی طلبا پر جو حملے ہوئے ہیں یا ان کے ساتھ جو امتیازی سلوک ہو رہا ہے اس میں وہاں کے عام لوگ شامل ہیں۔ ظاہر ہے یہ ایک عمومی رجحان ہے جو ایک دن دو دن کی پیداوار ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اگر چند واقعات ہوتے تو اس کو حادثاتی واقعہ قرار دیا جاسکتا تھا لیکن پچھلے چند ماہ بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصے سے اس طرح کے واقعات کا وقفے وقفے سے ہونا یہ بتاتا ہے کہ یہ رجحان وہاں عوامی سطح پر پنپ رہا ہے۔ حکومت آسٹریلیا نے بھی اس کو ایک اہم مسئلہ قرار دیا ہے اور اس کی یقین دہانی کرائی ہے کہ وہ اس پر قابو پانے کی کوشش کرے گی۔ اس پر حکومت ہند کی تشویش بجا ہے۔ اس نے اپنی تشویش سے آسٹریلیائی حکومت کو آگاہ بھی کردیا ہے اور اس سے اپیل بھی کی ہے کہ وہ آسٹریلیا میں زیر تعلیم اور موجود ہندوستانی باشندوں کے تحفظ کا معقول انتظام کرے۔ امید کی جانی چاہئے کہ حکومت آسٹریلیا، اس پر توجہ دے گی اور ایسے اقدام کرے گی کہ آئندہ اس قسم کے واقعات دوبارہ نہ ہونے پائیں۔

کیا حقوق یونہی مل جائیں گے؟

اسرائیل کے صہیونی حکمراں حماس کی جاں نثارانہ تحریک حریت سے خوفزدہ ہیں۔ وہ زمین کے بدلے امن وسلامتی حاصل کرنے کے بارے میں بھی بار بار سوچتے ہیں۔ جارحانہ اقدامات اور وحشیانہ انسانیت کش سابقہ ریکارڈ ان کے لئے سوہان روح بنا ہوا ہے۔ الفتح اور پی ایل او والے یاسر عرفات کے دور کی باتیں گئے گزرے زمانے کی باتیں ہوچکی ہیں۔ حماس کے مقابلے میں اس طرح کی کارروائیوں کے بارے میں سوچ بھی نہیں پارہے ہیں۔ یورپی یونین، برطانیہ، فرانس اور امریکہ بھی مسلمانوں کو پہلے والا مسلمان کے پیمانہ سے نہیں ناپ رہے ہیں لیکن محمود عباس، نوری المالکی، حامد کرزئی، پرویز مشرف اور اب ان کی جگہ آصف علی زرداری و یوسف رضا گیلانی ٹولہ جیسے کٹھ پتلی حکمراں ان کے لئے اب بھی امید اور سہارا بنے ہوئے ہیں۔ جو کسی خودداری، جرأتمندی اور غیرت وحمیت کا مظاہرہ کرنے کی بجائے خوشامد اور کاسہ لیسی کو شیوہ بنائے ہوئے ہیں۔

فلسطینی صدر محمود عباس اپنے ہم عصر وہم مرتبہ مسلم نما حکمرانوں کی طرح امریکی صدر سے احکام وہدایات حاصل کررہے ہیں اور محبان وطن حریت پسندوں کو قتل وغارت اور تباہ وبرباد کرنے کے سودے کرکر کے اپنے "کارناموں" کی قیمت وصول کررہے ہیں۔ محمود عباس نے تو صرف فلسطینی حریت پسند، محبان وطن کی بلکہ بیت المقدس کی آزادی کا خواب دیکھنے والے ساری دنیا کے مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی اپنی پرانی روایت کے مطابق اسرائیل وفلسطین کے تصادم کو روکنے کے نام پر تجاویز کا ڈرافٹ امریکی صدر کے سامنے پیش کرنے کا ڈرامہ رچا ہے۔ واشنگٹن میں حاضری دے کر امریکی انتظامیہ کے سامنے ایک منصوبہ رکھا ہے جس میں سیاسی عمل کو آگے بڑھانے کے نام پر ایک ٹائم ٹیبل اور میکانزم پیش کیا ہے۔

محمود عباس کی ان تجاویز کے بارے میں فلسطین کے مغربی کنارہ پر قابض الفتح کے ذرائع کا کہنا ہے کہ یہ امریکہ کی پشت پناہی والے روڈ میپ امن منصوبہ پر مبنی ہے، جس کی بنیاد پر اسرائیل اور فلسطینی نیشنل اتھارٹی کے درمیان ماضی میں سمجھوتہ ہوا تھا۔ یہ عرب امن اقدامات پر مبنی ہے۔ یاد رہے کہ اسرائیل فلسطینی بات چیت ۲۰۰۷ء میں اس وقت کے امریکی صدر جارج ڈبلیو بش کے زور دینے پر شروع ہوئی تھی۔ محمود عباس نے صہیونی وصلیبی دباؤ کے تحت اپنا کٹھ پتلی رول ادا کیا تھا اور اسرائیلی حکمرانوں نے ان کے ساتھ ایک استہزاء کردیا تھا۔ جس پر عمل کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ چنانچہ وہ سمجھوتہ ردی کے ڈھیر میں رکھا رہ گیا۔ عمل نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ سمجھوتہ کی جو بنیادی شق مغربی کنارہ میں یہودی بستیوں کی مسلسل تعمیر کو روکنا تھی جس کو مجوزہ مستقبل کی فلسطینی اسٹیٹ کا سب سے بڑا حصہ بننا ہے۔ اسرائیل نے اس پر کوئی عمل نہیں کیا۔

فلسطین کے نام نہاد صدر محمود عباس نے امریکہ کے صدر بارک حسین اوباما سے اپنی پہلی ملاقات میں مغربی کنارہ میں اسرائیل کی تعمیراتی سرگرمیوں اور بستیوں کے نام نہاد فطری فروغ کو روکنے میں مدد کی بھیک مانگی۔ انھوں نے مغربی کنارہ میں واقع چیک پوائنٹس کو ہٹانے، غزہ پٹی پر لگائی ہوئی پابندیوں کو ختم کرنے اور مشرقی یروشلم میں فلسطینی نیشنل اتھارٹی کا آفس پھر سے کھولنے میں بھی مدد کی اپیل کی جن کو روڈ میپ کے بنیادی نکتوں سے تعبیر کیا ہے اور جواب میں صدر امریکہ بارک حسین اوباما نے کہا ہے کہ وہ اپنے نمائندہ جارج میشل کو اس علاقے کے دورے پر جلد ہی اگلے ہفتہ ہی بھیجیں گے جو اسرائیلی اور فلسطینی افسران سے ملاقات کریں گے اور رکی ہوئی بات چیت کو پھر سے آگے بڑھانے کے راستوں پر گفتگو کریں گے۔ ذرائع کے مطابق بارک حسین اوباما نے اسرائیل کے ساتھ ایک فلسطینی مملکت کی تخلیق کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے اس کو بہترین حل قرار دیا ہے۔ اس ہدف کے حصول کو اپنی انتظامیہ سے عہد کے طور پر دوہرایا ہے اور فلسطین کی طرف سے گفتگو میں حصہ لینے والے سائب ارکات کے مطابق بارک حسین اوباما کے بیانات سے فلسطینی نیشنل اتھارٹی کے ذمے دار پھولے نہیں سما رہے ہیں کہ بس اب سب باتوں پر عمل ہوجائے گا اور الفتح کے لیڈروں کا ہدف پورا ہوجائے گا۔ ارکات کا کہنا ہے کہ بارک حسین اوباما کے بیانات نے اتھارٹی والوں کے دلوں میں امید وتوقعات کی لہریں پیدا کردی ہیں۔ کیونکہ ان کے تصور میں امریکیوں اور فلسطینیوں کا "مشترکہ مفاد" مشرق وسطیٰ میں امن کی بحالی ہے جبکہ یہ بات دنیا بھر میں کسی بھی ایسے شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتی جس نے اپنے ذہن ودماغ اور عقل ودانش رہن نہ رکھ دیے ہوں اور جو آنکھ، کان، دل ودماغ کے دریچے کھلے رکھتا ہو کہ امریکہ کا فلسطینیوں کے ساتھ کبھی کوئی مشترکہ مفاد بھی ہوسکتا ہے اور یہ کہ وہ مشرق وسطیٰ میں عملاً امن کی بحالی کے بارے میں کبھی سنجیدگی کے ساتھ سوچ سکتا ہے۔ ارکات نے مزید زور دے کر کہا ہے کہ فلسطینی اسٹیٹ واضح طور پر "نظر" آنی چاہئے۔ وقت گزرتا جارہا ہے دوریاستی حل کو عملاً اپنا لینا چاہئے۔

مغربی کنارہ میں الفتح کے غلام ذہن لیڈروں کی عقلوں سے پردے اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے حماس کے رہنماؤں نے کہا کہ محمود عباس اور بارک حسین اوباما کے درمیان یہ میٹنگ پوری طرح مایوس کن ہے جس کا کوئی نتیجہ برآمد ہونے کی توقع نہیں ہے۔ حماس کے ترجمان فوزی بارہوم نے کہا ہے کہ ان کی تحریک محمود عباس کے روڈ میپ کا پابند ہونے کو تحریک مزاحمت کی جڑیں کھودنے کے برابر سمجھتی ہے کیونکہ اس منصوبے میں فلسطینی نیشنل اتھارٹی سے فلسطینی گروپوں سے ہتھیار چھین لینے کے لئے کہا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محمود عباس کے سوا تمام فلسطینی گروپوں نے اس روڈ میپ کو مسترد کردیا تھا۔ ادھر بارک حسین اوباما کا بیان بھی ناکافی اور ناقابل اطمینان ہے کہ وہ صہیونی فوجی کارروائیوں کو روکنے کے سلسلے میں قوت فیصلہ اور عزم وارادہ سے محروم ہے۔ حماس محمود عباس کو اسرائیل کے ساتھ بات چیت کا سلسلہ بند کرنے اور اس کے خلاف مسلح مزاحمت کی راہ اختیار کرنے کا مشورہ دیتی ہے تاکہ یہودی اسٹیٹ پر فلسطینیوں کو ان کے جائز حقوق کی ادائیگی کے لئے دباؤ ڈالا جاسکے۔ ●●

پارلیمانی انتخابات میں کسے فائدہ اور کسے نقصان

پارٹی	محصولہ نشستیں	کمی وبیشی	ووٹوں کا تناسب
کانگریس	۲۰۶	۶۱+	۲۹٫۵۳
بی جے پی	۱۱۶	۲۲-	۱۹٫۲۹
جنتادل متحدہ	۲۰	۱۲+	۱٫۵۸
سی پی ایم	۱۶	۲۷-	۵٫۵۲
سی پی آئی	۴	۶-	۱٫۴۶
بہوجن سماج پارٹی	۲۱	۲+	۶٫۲۷
اے ڈی ایم کے	۹	۹+	۱٫۷۹
ڈی ایم کے	۱۸	۲+	۱٫۹۱
ترنمول کانگریس	۱۹	۱۷+	۳٫۴۳
این سی پی	۹	کوئی تبدیلی نہیں	۲٫۲۴
سماجوادی پارٹی	۲۳	۱۳-	۳٫۴۴
تیلگودیسم	۶	۱+	۱٫۵۳
شیوسینا	۱۱	۱-	۱٫۶۷
راشٹریہ لوک دل	۵	۲+	۰٫۴۹
اکالی دل (بادل)	۴	۴-	۰٫۹۲
نیشنل کانفرنس	۳	۱+	۰٫۱۳
راشٹریہ جنتادل	۴	۲۰-	۱٫۳۱
لوک جن شکتی پارٹی	صفر	۴-	۰٫۴۸
ٹی آر ایس	۲	۳-	۰٫۶۳
بیجو جنتادل	۱۴	۳+	۱٫۳۵
آسام گن پریشد	۱	۱-	۰٫۴۵
جنتادل سیکولر	۳	کوئی تبدیلی نہیں	۰٫۸۹
جھارکھنڈ مکتی مورچہ	۲	۳-	۰٫۴۳
انڈین یونین مسلم لیگ	۲	۱+	۰٫۲۳
آزاد	۹	۲+	۴٫۱۶
دیگر	۱۶	۹-	۸٫۷۳

بڑے شہروں میں پارٹیوں کی کارکردگی

دہلی	
کل نشستیں	۷
کانگریس	۷
ممبئی	
کل نشستیں	۶
کانگریس	۵
این سی پی	۱
کولکتہ	
کل نشستیں	۳
ترنمول کانگریس	۳
چنئی	
کل نشستیں	۳
ڈی ایم کے	۲
انا ڈی ایم کے	۱
بنگلور	
کل نشستیں	۳
بی جے پی	۳

اسرائیل کی فوجی مشقیں

یروشلم۔ اسرائیل نے ہنگامی طور پر جنگی تیاری شروع کردی ہے۔ ۳۱ر مئی کو اس کی پانچ روزہ فوجی مشقوں کا آغاز جس میں فوجیوں کے علاوہ عام شہریوں کو بھی جنگ کا سامنا کرنے کی مشق کرائی گئی، سی این این کی ایک خبر کے مطابق یہ اب تک کی سب سے بڑی فوجی مشق جس کو 'ٹرننگ پوائنٹ ۳' کا نام دیا گیا، اس میں عام جگہیں، اسکول، فوجی تنصیبات سرکاری دفاتر بھی کو شامل کیا گیا ہے۔ اس میں طلبہ، فوجیوں اور عام شہریوں کو اس کی مشق کرائی گئی کہ وہ ہنگامی حالات میں بھی محفوظ مقامات پر کس طرح جمع ہوسکتے ہیں۔ خبر میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایران کے خطرے کے مدنظر اس کا فیصلہ کیا گیا۔

مرکزی وزارتی کونسل اور وزراء کے محکمے

(۱) ڈاکٹر منموہن سنگھ وزیر اعظم، پرسنل پبلک گریوینسیز اور پنشن

(۲) داخلہ

پی چدمبرم (کانگریس) مرکزی وزیر، مولپلی رام چندرن (کانگریس) اور اجے ماکن (کانگریس) وزراء مملکت

(۳) مالیات

پرنب مکھرجی (کانگریس) مرکزی وزیر، نامونارائن مینا (کانگریس) اور ایس ایس پلانی منیکم (ڈی ایم کے) وزراء مملکت

(۴) دفاع

اے کے انٹونی (کانگریس) مرکزی وزیر اور ایم ایم پلام راجو (کانگریس) وزیر مملکت

(۵) خارجہ

ایس ایم کرشنا (کانگریس) مرکزی وزیر، پرنیت کور (کانگریس) اور ششی تھرور (کانگریس) وزراء مملکت

(۶) زراعت، خوراک ورسد اور امور صارفین

شرد پوار (این سی پی) مرکزی وزیر اور کے وی تھامس (کانگریس) وزیر مملکت

(۷) ریلوے

ممتا بنرجی (ترنمول کانگریس) مرکزی وزیر، ای احمد مسلم لیگ) اور کے ایچ میبیا (کانگریس) وزراء مملکت

(۸) صحت وخاندانی بہبود

غلام نبی آزاد (کانگریس) مرکزی وزیر، دنیش ترویدی (ترنمول کانگریس) اور ایس گاندھی سلون (ڈی ایم کے) وزراء مملکت

(۹) بجلی

سشیل کمار شنڈے (کانگریس) مرکزی وزیر اور بھرت سنگھ سولنکی (کانگریس) وزیر مملکت

(۱۰) روڈ، ٹرانسپورٹ اور شاہراہ

کمل ناتھ (کانگریس) مرکزی وزیر، مہادیو کھنڈیلا (کانگریس) اور آر پی این سنگھ (کانگریس) وزراء مملکت

(۱۱) فروغ انسانی وسائل

کپل سبل (کانگریس) مرکزی وزیر اور ڈی پورن دیسوری (کانگریس) وزیر مملکت

(۱۲) پٹرولیم اور قدرتی گیس

مرلی دیورا (کانگریس) مرکزی وزیر اور جتن پرساد (کانگریس) وزیر مملکت

(۱۳) قانون اور انصاف

ویرپا موئلی (کانگریس) مرکزی وزیر

(۱۴) اطلاعات ونشریات

امبیکا سونی (کانگریس) مرکزی وزیر، موہن جتوا (ترنمول کانگریس) اور ایس جگتھ رکشکن (ڈی ایم کے) وزراء مملکت

(۱۵) شہری ترقی

ایس جے پال ریڈی (کانگریس) مرکزی وزیر اور سوگات رائے (ترنمول کانگریس) وزیر مملکت

(۱۶) اسٹیل

ویربھدر سنگھ (کانگریس) مرکزی وزیر اور اے سائی پرتھاپ (کانگریس) وزیر مملکت

(۱۷) بھاری صنعت اور پبلک انٹرپرائزز

ولاس راؤ دیشمکھ (کانگریس) مرکزی وزیر اور پرتیک پرکاش بابو پاٹل (کانگریس) وزیر مملکت

(۱۸) کپڑا

دیاندھی مارن (ڈی ایم کے) مرکزی وزیر اور پنابکا لکشمی (کانگریس) وزیر مملکت

(۱۹) تجارت وصنعت

آنند شرما (کانگریس) مرکزی وزیر اور جیوتی رادتیہ سندھیا (کانگریس) وزیر مملکت

(۲۰) اطلاعات وانفارمیشن ٹیکنالوجی

اے راجہ ڈی ایم کے) مرکزی وزیر، گرداس کامت (کانگریس) اور سچن پائلٹ (کانگریس) مرکزی وزراء

(۲۱) آبی وسائل

ونسینٹ پالا (کانگریس) وزیر مملکت

(۲۲) دیہی ترقی وپنچایتی راج

سی پی جوشی (کانگریس) مرکزی وزیر، سسر ادھیکاری (ترنمول کانگریس) اگاتھا سنگما (این سی پی) اور پردیپ جین (کانگریس وزراء مملکت

(۲۳) دیہی انسداد غربت، ہاؤسنگ وسیاحت

کماری شیلجا (کانگریس) مرکزی وزیر اور سلطان احمد (ترنمول کانگریس) وزیر مملکت

(۲۴) کھیل کود اور نوجوانوں کے امور

ایم ایس گل (کانگریس) مرکزی وزیر اور ارون یادو (کانگریس) وزیر مملکت

(۲۵) محنت وروزگار

ملیکا ارجن کھڑگے (کانگریس) مرکزی وزیر اور ہریش راوت (کانگریس) وزیر مملکت

(۲۶) غیر روایتی توانائی

ڈاکٹر فاروق عبداللہ (نیشنل کانفرنس) مرکزی وزیر

(۲۷) پارلیمانی امور

پون کمار بنسل (کانگریس) مرکزی وزیر، وی نارائن سے (کانگریس) اور پرتھوی راج چوہان (کانگریس) وزراء مملکت

(۲۸) معدنیات وفروغ شمال مشرقی خطہ

بی کے ہانڈک (کانگریس) مرکزی وزیر

(۲۹) جہاز رانی

جی کے واسن مرکزی وزیر اور مکل رائے (کانگریس) وزیر مملکت

(۳۰) غیر مقیم ہندوستانی امور

ویالار روی (کانگریس) مرکزی وزیر

(۳۱) کیمیکل اور فرٹیلائزر

ایم کے اڑگری (ڈی ایم کے) مرکزی وزیر اور سری کانت جینا (کانگریس) وزیر مملکت

(۳۲) سماجی انصاف وروزگار

مکل واسنک (کانگریس) مرکزی وزیر اور ڈی نپولین (ڈی ایم کے) وزیر مملکت

(۳۳) قبائلی امور

کانتی لال بھوریا (کانگریس) مرکزی وزیر اور تشاری بھائی چودھری (کانگریس) وزیر مملکت

(۳۴) ڈبہ بند خوراک صنعت — سبودھ کانت سہائے (کانگریس) مرکزی وزیر

وزراء مملکت (آزادانہ چارج)

(۳۵) شہری ہوابازی — پرفل پٹیل (این سی پی)

(۳۶) سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، ارتھ، پی ایم او پرسنل پبلک گریوینسیز پنشن

پرتھوی راج چوہان (کانگریس) وزیر مملکت

(۳۷) کوئلہ اسٹیٹکس، پروگرام امپلیمنٹیشن — شری پرکاش جیسوال (کانگریس)

(۳۸) اقلیتی امور اور کارپوریٹ افیئرس — سلمان خورشید (کانگریس)

(۳۹) مائیکرو واسمال اینڈ میڈیم انٹرپرائزز — دنشا جے پٹیل (کانگریس)

(۴۰) خواتین وبہبود اطفال — کرشنا تیرتھ (کانگریس)

(۴۱) ماحولیات وجنگلات — جے رام رمیش (کانگریس)

نوٹ: ۷۹ رکنی نئی کابینہ میں وزیر اعظم اور ۳۳ کابینی وزیر، سات وزرائے مملکت (آزادانہ چارج) اور ۳۸ وزرائے مملکت ہیں۔ کابینہ میں سات سابق وزرائے اعلیٰ اور ۹ خواتین ہیں۔ مسلم وزراء کی تعداد پانچ ہے جن میں دو کابینہ درجہ کے ایک آزادانہ چارج اور دو وزرائے مملکت ہیں۔ اسی طرح ۹ خواتین میں سے چار کابینہ درجے کی وزیر ہیں۔ ایک آزادانہ چارج اور دو وزرائے مملکت ہیں۔ کابینہ میں سب سے معمر وزیر خارجہ ایس ایم کرشنا (۷۷ برس) اور سب سے کم عمر اگاتھا سنگما (۲۸ سال) ہیں۔ جہاں تک وزراء کی تعلیم کا تعلق ہے تو پندرہ کے پاس لا کی ڈگری، گیارہ پوسٹ گریجویٹ، سولہ گریجویٹ اور چار کے پاس ڈاکٹریٹ کی ڈگری ہے۔ نئی وزارتی کونسل میں وزیر اعظم سمیت کانگریس کے ساٹھ اور حلیف پارٹیوں کے ۱۹ وزیر ہیں۔ کابینہ میں دس دلت وزراء ہیں۔ نئی وزارتی کونسل میں کانگریس کے ساٹھ، ترنمول کانگریس اور ڈی ایم کے کے سات سات، این سی پی کے تین، مسلم لیگ کے ایک اور جھارکھنڈ مکتی مورچہ کے ایک وزیر ہیں۔

فکر معاصر

شکست کے بعد لعن طعن

بھارتیہ جنتا پارٹی کے خیال وگمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ الیکشن میں اس طرح ہارے گی اس بات کا تجزیہ کسی بھی پارٹی کے لیڈر نہیں کرسکے کہ الیکشن کا کیا رخ ہے سب یہی سمجھتے رہے کہ کانگریس زیادہ سے زیادہ اگر کچھ کامیاب بھی ہوگی تو دو چار دس سیٹیں زیادہ حاصل کرلے گی لیکن انہیں اس بات کا خیال نہیں تھا کہ کانگریس اس بار دو سو سے زیادہ سیٹیں حاصل کرلے گی۔ اس کامیابی کے اسباب کئی ہیں مضمرات بھی کئی ہیں حالانکہ راہل گاندھی اور سونیا گاندھی نے جس تندہی سے الیکشن میں کام کیا تھا اور ساتھ میں ان کی بہن پرینکا گاندھی بھی تھی اس لئے یہ کہا تو جاسکتا ہے کہ انھوں نے بہت محنت کی اور ان کی تعریف بھی کی جانی چاہئے لیکن بنیادی طور پر اس کا تجزیہ کیا جائے تو اس میں ایک ہی بات سامنے آتی ہے کہ فرقہ پرستوں کے خلاف ووٹ دیئے گئے اور کانگریس کامیاب ہوئی عام طور پر اب لوگ اس بات کو سمجھ چکے ہیں کہ بی جے پی بغیر فرقہ پرستی پھیلائے ہوئے کبھی الیکشن میں کامیاب نہیں ہوگی اور اقتدار بھی حاصل نہیں کرپائے گی۔ اس لئے لوگوں نے اس کی طرف توجہ دی کہ فرقہ پرست عناصر کو الیکشن کی کامیابی سے دور رکھا جائے لیکن یہاں یہ بھی غور کرنے کا مقام ہے کہ بی جے پی کے اپنے بھی کچھ مسائل ہیں سب سے اہم مسئلہ تو یہی ہے کہ بی جے پی دیکھنے میں ایک سیاسی پارٹی ہے لیکن اس کے صدر، سکریٹری یا اعلیٰ عہدیدار آر ایس ایس کے حکم کے خلاف کچھ بھی نہیں کرسکتے جیسا حکم آر ایس ایس کی طرف سے جاری ہوگا وہی انہیں کرنا ہوگا۔ اگر ان کی اپنی کوئی سوچ ہوتی یا انہیں یہ اختیار ہوتا کہ وہ خود مختارانہ انداز میں کام کرسکیں جو شاید یہ صورتحال نہ ہوتی لیکن ان کے ساتھ مشکل یہی ہے کہ آر ایس ایس کے لیڈروں کی طرف سے جو حکم جاری ہوتا ہے وہی انہیں کرنا پڑتا ہے۔ آر ایس ایس کا خیال یہ ہے کہ یہ ملک ہندوؤں کا ہے مسلمان اور عیسائیوں کو دبا کر کچل کر ہی حکومت کی جاسکتی ہے انہیں برابر کا درجہ دے کر حکومت نہیں کی جاسکتی۔ بنیادی طور پر یہ سوچ کی پستی ہے ایسا قطعی نہیں ہوسکتا بی جے پی لیڈر اگر یہ چاہتے بھی ہوں کہ وہ یہ سب کچھ نہ کریں تب بھی وہ یہ نہیں کرسکتے کیونکہ وہ اپنے آقاؤں کے حکم سے سرتابی نہیں کرسکتے حالانکہ ان میں بہت سے ایسے ہیں جو اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ جو نقصان ہوتا ہے وہ کیوں ہوتا ہے۔ کچھ ایسے لیڈر بھی ہیں جو یہ اہمیت رکھتے ہیں کہ وہ کچھ کہہ سکیں انجام سے خائف نہیں ہوتے اس میں مثال ونے کٹیار کی دی جاسکتی ہے۔ الیکشن کے نتائج آئے ہوئے کئی دن ہوچکے ہیں کوئی کچھ نہیں بولا سب خاموش رہے صرف ونے کٹیار نے کہا کہ آر ایس ایس اس ہار کی ذمے دار ہے گویا یہ سچی بات ہے تو اس شخص کی زبان پر آئی کیونکہ ہدایات تو وہیں سے آتی ہیں۔ اہم عہدوں پر تقرریاں بھی وہیں سے ہوتی ہیں۔ اگر جیت ملتی ہے تو اس کا سہرا بھی آر ایس ایس کے سر ہے اور اگر ہار ہوتی ہے تو اس کی لعن طعن بھی اسی کے سر ہے اس بات کو لال کرشن آڈوانی بھی سمجھتے ہیں لیکن آڈوانی کچھ نہیں کرسکتے کیونکہ ساری زندگی آر ایس ایس کی تعمیل کرتے ہوئے گزری پوری توقع اس بات کی تھی کہ اس بار وہ وزیراعظم بن جائیں گے انہیں اس بات کا یقین بھی دلایا گیا تھا لیکن پارٹی ہار گئی۔ ظاہر ہے کہ وہ اب وزیراعظم نہیں بن سکتے کیونکہ اس وقت وہ ۸۳ سال کے ہیں اور پانچ سال کے بعد ۸۸ سال کے ہوجائیں گے۔

انوار قوم، کانپور

قومی ذمہ داریوں کا گم ہوتا سر رشتہ

محمد الیاس ندوی رامپوری
جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۲۵

معاصر دنیا کے تقریباً تمام میدانوں میں اسلام نے اپنی معنویت، اہمیت اور عظمت کو ثابت کیا ہے صرف ثابت ہی نہیں کیا بلکہ اپنی قوت وصلاحیت کا لوہا بھی منوایا ہے، ہر طرح کے مخالف حالات اور غیر اسلامی عناصر کا ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ بھی کیا ہے۔ اور غیر اقوام کے ذریعے قائم کئے جانے والے متعصب وجانبدار اداروں اور تنظیموں کا بہتر بدل بھی مہیا کیا ہے۔ وہ تمام میدان، جن میں اسلام نے اپنی کارکردگی قابل رشک حد تک نوٹ کرائی ہے اور نئی راہیں نکالی ہیں اور دنیا میں ان کا وزن بھی محسوس کیا گیا ہے اور کیا جارہا ہے، ان میں سے ایک عصری اور دینی تعلیم کے امتزاج اور ہم آہنگی کا میدان ہے۔ چنانچہ گزشتہ صدیوں میں کئی عصری یونیورسٹیاں قائم ہوئی ہیں، تحقیق وتصنیف کے مراکز وجود میں آئے ہیں اور مسلم دنیا کے بہت سارے ملکوں میں دینی مدارس کا جال سا بچھ گیا ہے، جہاں مسلمان بچے پوری طرح دینی ماحول میں عصری علوم حاصل کرتے ہیں اور دینی علوم عصری تقاضوں کے مطابق سیکھتے اور پڑھتے ہیں۔

ان یونیورسٹیوں کے اساتذہ اسلامی موضوعات پر تحقیق وتصنیف کرتے ہیں اور اپنے اس کام کے ذریعہ عصری علوم اور دینی فکر کے مابین ایک امتزاج پیدا کرنے کی کوشش میں رات دن جٹے رہتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے تو ایسے بھی ہوئے ہیں جو مستشرقین کی کاوشوں کا پوری دیانت داری کے ساتھ محاکمہ کرتے ہیں اور ان سے دانستہ یا نادانستہ طور پر سرزد ہوجانے والی غلطیوں اور لغزشوں کو بے نقاب کرتے ہیں اور یہ سب کچھ عصری اسلوب اور علمی وتحقیقی انداز میں کرتے ہیں۔ ایسی یونیورسٹیاں اور ادارے مزید قائم کئے جارہے ہیں اور ان سے فارغ ہونے والوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ جبکہ یہاں خدمت پر مامور بعض اساتذہ یورپ وامریکہ اور افریقہ وغیرہ کی یونیورسٹیوں میں اسلامی تعلیم وتربیت کی ذمہ داریاں بحسن وخوبی نبھا رہے ہیں۔ ان کی کدوکاوش کا موجودہ عالمی رجحان پر خاصہ اثر دیکھنے کو ملتا ہے۔ ایسے حضرات کی تعداد بھی روز بروز بڑھتی جارہی ہے جو ان کی رائے کو وزنی اور اعتبار کو مزید مستحکم کرنے کا راست ذریعہ بن رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک فکری انقلاب پیدا کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ان کی کدوکاوش سے دنیا کی دیگر قوموں اور طبقوں میں پہنچنے والے اسلام مخالف جذبات وشبہات کا کسی قدر ازالہ ہوا ہے۔

سچ یہ ہے کہ وہ فکری جنگ کو مغرب کے قلب تک لے گئے۔ جس کی وجہ سے مستشرقین کی ہیبت ورعب مسلم اسکالروں کے ذہن وفکر سے کسی حد تک ضرور کم ہوا ہے اور ان کی کج روی اور غلط فکر وسوچ کھل کر سامنے آگئی ہے۔ انہوں نے اپنی بساط کی حد تک عصری اسلوب اور مؤثر اظہار بیان میں فکر اسلامی کو متعارف کرانے اور موجودہ دنیا کے مصائب ومشکلات کا مطالعہ اور جائزہ پیش کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

دوسرا میدان اقتصادیات کا ہے، اقتصادیات کو آج کی دنیا میں وہی حیثیت حاصل ہے جو انسانی جسم میں ریڑھ کی ہڈی کی ہوسکتی ہے۔ مطالعہ بتاتا ہے کہ اس میدان میں بھی اسلام نے اپنے وجود کو پوری طرح ثابت کیا ہے، اس باب میں اپنے اصول وضوابط اور طریقۂ کار کی اہمیت سارے عالم پر نہ صرف یہ کہ واضح کی ہے بلکہ باقی دنیا کی توجہ اور عنایت کو اپنی جانب پوری طرح کھینچ لیا ہے۔ اب تک تو یہی سمجھا جاتا رہا تھا کہ نمو پذیر مالیاتی نظام کو بغیر سود کے چلایا ہی نہیں جاسکتا۔ لیکن اسلام کے بلاسودی بینکوں کی کامیابی نے اس خیال کو باطل کردیا۔ انھوں نے نہ صرف یہ کہ منافع کمایا اور خوب کمایا بلکہ سرمایہ داری نظام پر مبنی بینکوں کی ان کی راہ میں روڑے اٹکانے اور مشکلات پیدا کرنے کے باوجود کمایا۔ اسلامی بینکوں کی مستحکم پوزیشن اور منافع بخش ہونے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اسلامی مالیاتی نظام مغرب کے مالیاتی نظام سے کہیں زیادہ بہتر اور کارگر ہے۔ محض قلیل سی مدت میں اسلامی بینک مغربی بینکوں کو ٹکر دینے لگے ہیں۔

ماضی قریب کے چند برسوں میں جو قابل ذکر بات سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کے اوسان خطا کردینے والے حالیہ مالی بحران نے جس نے بڑی بڑی عالمی طاقتوں اور بطور خاص امریکہ کو توڑ کر رکھ دیا ہے، اس طرف مائل کیا ہے کہ وہ اسلام کے مالیاتی نظام پر غور وفکر کریں۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ تمام دنیا میں جگہ جگہ سیمینار اور کانفرنسیں منعقد کی جارہی ہیں تاکہ اسلام کے مالیاتی نظام پر غور وخوض کیا جائے۔ موجودہ صورت حال یہ ہے کہ اسلام کے مالی نظام کا جائزہ لینے اور اس کے نقش قدم کی پیروی کرنے کے لیے ہر طرف سے آوازیں اٹھ رہی ہیں اور بہت سارے غیر اسلامی ممالک کے بینک اسلامی طرز پر چلائے جانے لگے ہیں تاکہ ان کو فعال بنایا جاسکے اور ڈوبنے سے بچالیا جائے۔ اس کے علاوہ دنیا کے مختلف خطوں میں اسلامی بینک بھی قائم کئے جارہے ہیں، اقتصادیات کے میدان میں مسلمانوں کی کوششیں رنگ لارہی ہیں، پہلی نظر میں تو ایسا کچھ محسوس ہوتا ہے کہ ان سب کوششوں کے پس پردہ کوئی غیبی ہاتھ کام کررہا ہے۔

اگر ان دونوں میدانوں یعنی تعلیم اور اقتصادیات میں اسلامی نظام اور طریقہ کار مزید فروغ پاتا ہے تو اس سے فکر اسلامی کی تشکیل وتوسیع میں خاصی مدد ملے گی اور دنیا اپنے آپ کو اس بات کے لئے آمادہ پائے گی کہ وہ زندگی کے دوسرے میدانوں میں بھی اسلامی نقطۂ نظر کو پیش نظر رکھے۔

یہ تو ہماری قومی وملی جدوجہد کے چند مثبت پہلو اور خوشگوار نتائج کا ذکر تھا تاہم ایسے ہی یا ان سے بھی کئی گنا زیادہ اہم پہلو بھی ہیں جو ہنوز تاریک ہی ہیں یا پھر انہیں ہماری قومی زندگی کے منفی پہلو کہنا زیادہ مناسب ہے۔ ان میں اسلام اور اہل اسلام نے ابھی تک کسی طرح کی قابل ذکر نمائندگی ریکارڈ نہیں کرائی ہے۔ ایسا ہی ایک میدان میڈیا کا ہے کہ اس میں ابھی تک اسلام دشمن عناصر کا غلبہ ہے۔ اس میں ہماری قومی ذمہ داریوں کا سررشتہ ہمارے ہاتھ سے کہیں چھوٹ گیا ہے۔ وہ اس کے توسط سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنے اور اس کو اپنے من مطابق کرنے میں آئے دن نئی نئی شیطانی چالیں چل رہے ہیں، وہ میڈیا میں مسلمانوں کی شبیہ اپنے مخصوص نقطۂ نظر سے ہی پیش کرتے ہیں اور مسلمانوں کی معاشرت اور تہذیب وتمدن کے محض منفی رجحانات وخیالات اور بعض بداطوار پہلو ہی سامنے لاتے ہیں۔

میڈیا کی نشریات اور مختلف پروگراموں کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ یہودی اور عیسائی اس پر پوری طرح قابض ہیں اور مسلمانوں کی شبیہ کو مجروح کرنے میں رات دن نہایت تندہی کے ساتھ لگے ہوئے ہیں، ان مسلمانوں کا تعلق چاہے کسی بھی ملک سے ہو، اس سے انہیں کچھ ایسا خاص سروکار نہیں رہتا، ان کے نشانے پر ساری دنیا کے مسلمان ہیں۔ وہ مسلمانوں کے ہر اقدام کو دہشت گردی پر مبنی اقدام قرار دیتے ہیں اور ان کے ہر عمل کو بنیاد پرستی کے سانچے میں ڈھلا ہوا عمل بتاتے ہیں، جبکہ دیگر اقوام مسلم ممالک میں جو کچھ کرتی ہیں اور کررہی ہیں وہ اس کو استحسان کی نظر سے دیکھتے ہیں، ان کے اقدامات کو انقلابی اقدام اور ان کی کوششوں کو آزادی، جمہوریت کی بحالی اور دفاعی طرز کی کوششیں باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کا راست نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگوں کی ہمدردیاں یہود ونصاریٰ کے ساتھ رہتی ہیں۔ شاید اس بات سے کسی کو بھی انکار نہیں ہوگا کہ میڈیا کی طاقت بعض وقت فوج اور اسلحہ کی طاقت سے بھی بڑھ جاتی ہے اور اس کے ذریعہ ایسے معرکے بھی جیتے جاسکتے ہیں جو فوج واسلحہ کے ذریعہ نہیں جیتے جاسکتے۔ یہ میڈیا ہی کا کرشمہ ہے کہ زبانی جنگ حالات کو یکسر تبدیل کردیتی ہے۔

ایسے تمام مسلم ممالک جو مالی وسائل اور انسانی عددی قوت سے مالامال ہیں، نیز علم وکمالات اور جدید ٹیکنالوجی میں بھی کسی قدر آگے ہیں، ان کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں کہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں کے زیر تسلط عالمی میڈیا کے مقابل کھڑے ہوں اور اس کی برابری کریں۔ تاہم ایسا اسی وقت ممکن ہوسکے گا جبکہ یورپین زبانوں میں نئے وسائل سے لیس اور عصری رنگ ڈھنگ کے ساتھ اخبارات کا اجراء عام ہو اور نیوز چینلز کا افتتاح ہو نیز عالمی پیمانے پر نیوز ایجنسیاں بھی قائم کی جائیں جو بطور خاص اسلام اور مسلمانوں کے مسائل واحوال سے علاقہ رکھتی ہوں اور کسی بھی اعتبار سے موجودہ عالمی ایجنسیوں سے کم وقعت وحیثیت کی حامل نہ ہوں۔ دیگر میدانوں کی طرح خاص اس میدان میں بھی مغربی اقوام کا مقابلہ کرنا بلکہ ایک قدم اور آگے بڑھ کر ان کا زور توڑنا اور اپنا وزن قائم کرنا ایسا کچھ مشکل نہیں ہے جیسا کہ متصور کیا جاتا ہے۔ ان مسلم ممالک کے سرور آوردہ لوگ اگر اس سلسلے میں بھی سنجیدہ کوششیں کریں تو وہ باسانی اس خطرے کی راہ بھی روک سکتے ہیں، بالکل اسی طرح جس طرح سے انہوں نے دیگر میدانوں میں مغربی خطرات کی راہ روکی ہے۔ ہمیں اللہ کی ذات سے پورا یقین ہے کہ ان کی کوششیں ضرور رنگ لائیں گی گرچہ ابتداء میں ان کی افادیت محدود اور کتنے بھی کمتر درجے کی کیوں نہ دکھائی دے۔

(اداریہ الرائد، عربی پندرہ روزہ)

بیت المقدس پر مکمل قبضے کا اسرائیلی منصوبہ بے نقاب

صبا ممتاز

بیت المقدس پر اپنی ملکیت کے دعوے کو سچ ثابت کرنے کے لئے اسرائیل کے منصوبے نے اس کی مذموم سازشوں کے جال کو کھول دیا ہے جو وہ عرصۂ دراز سے بن رہا تھا۔ قدیم شہر یروشلم پر اپنا قبضہ مضبوط کرنے کے لئے اسرائیل نے خفیہ منصوبہ بنایا ہے۔ اس منصوبے کے تحت اسرائیلی حکومت شہر کے اطراف میں قومی پارکس، سڑکیں اور سیاحتی مقامات تعمیر کررہی ہے۔ ان تعمیرات سے بیت المقدس کی ہیئت بدل جائے گی اور یوں یہ اسلامی شناخت کا مظہر نہیں رہے گا بلکہ یہودی تصرف وقبضے کی منہ بولتی تصویر بن جائے گا۔ اس منصوبے کا انکشاف ایک غیر سرکاری تنظیم کے حوالے سے اسرائیلی اخبار روزنامہ ''ہارتز'' نے کیا ہے۔ منصوبہ کو عمل آوری کے لئے یروشلم ڈیولپمنٹ اتھارٹی کے سپرد کردیا گیا ہے۔ ان کے مالی اخراجات وزیراعظم اور یروشلم کے میئر کی جانب سے برداشت کئے جارہے ہیں۔ منصوبے کو راز میں رکھنے کے لئے ان کا برسرعام تذکرہ یا حوالہ نہیں دیا جارہا۔ اس سازش کا تانا بانا ایہود اولمرٹ کے دور میں تیار ہوا، جب یروشلم ڈیولپمنٹ اتھارٹی کو باقاعدہ شہر کی ہیئت تبدیل کرنے کے لئے رپورٹ تیار کرنے کو کہا گیا۔ ایہود اولمرٹ کو ستمبر ۲۰۰۸ء میں یہ رپورٹ پیش کی گئی۔

اس رپورٹ میں قدیم شہر کے چار اطراف پارکس کی تعمیر کا منصوبہ پیش کیا گیا۔ اسرائیلی حکام کا منصوبہ یہ ہے کہ اس علاقے پر جہاں آج بھی عرب فلسطینیوں کی کثیر تعداد آباد ہے، کو بے دخل کرکے اپنا قبضہ مضبوط کیا جائے۔ اس کے لئے شہر کے اسلامی آثار وتاریخی مقامات کا تشخص مٹانے کی سازش تیار کی گئی ہے۔ بظاہر تو اسرائیلی حکومت کا دعویٰ ہے کہ وہ یروشلم کو آئندہ اسرائیل کا دارالحکومت بنانے کے لئے بنیاد مستحکم کررہی ہے مگر درپردہ مقاصد بیت المقدس کو ہتھیانا ہے اور اس پر یہودیوں کے تسلط کو جائز ثابت کرنا ہے۔ اس قبضے کو دوام بخشنے بلکہ اپنی ملکیت ثابت کرنے کے لئے اسرائیل شہر کی شکل وصورت اور اس کی ہیئت کو روایتی اور قدیم رنگ سے نکال کر جدید اور یہودی انداز میں بدلنے میں مصروف ہے۔ اس پروجیکٹ پر عملدرآمد کے لئے نومبر ۲۰۰۷ء میں یروشلم کی بلدیہ کی جانب سے منظوری دی جاچکی ہے۔ اس منصوبے کے مطابق اسرائیل کے ایک اہم ترین تاریخی مقام پر جو مقبوضہ ہے اور فلسطینیوں کی ملکیت ہے، ایک ایکڑ میں ۲۴ رہائشی عمارتوں کی تعمیر کی جائے گی اور کھیل کود کے میدان (اسٹیڈیم کی تعمیر بھی زیر غور ہے) ظاہر ہے یہ تعمیراتی منصوبے پارکس، سیاحتی مراکز، اسٹیڈیم وغیرہ کے لئے جگہ درکار ہوگی اور اس کے لئے فلسطینیوں کو جبراً تخلیہ کروایا جائے گا۔ یہ پروجیکٹ اتنا خفیہ رکھا گیا ہے کہ مسلم وقف یا چرچ اتھارٹی سے بھی اجازت حاصل نہیں کی جارہی۔ اس منصوبے سے متعلق مختلف آراء اور تجزیے کئے جارہے ہیں۔ ایک اسرائیلی ماہر قانون نے تو اندیشہ ظاہر کیا ہے کہ اس پروجیکٹ پر عمل آوری کی صورت میں تمام یروشلم غیر مستحکم ہوجائے گا۔ اس کی تمام ہیئت بدل کر رہ جائے گی۔ جبکہ اسرائیلی حکومت نے ان تمام دعووں کو جھٹلایا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ نئی تعمیرات سے یروشلم کے تمام شہریوں کو فائدہ حاصل ہوگا۔ کیونکہ اسرائیل کے زیر کنٹرول علاقے میں واقع مقامات مقدسہ تک تمام عقائد کے ماننے والے شہریوں کو رسائی کی اجازت حاصل ہے۔

اسرائیل کے اس خفیہ منصوبے کو ایک غیر سرکاری تنظیم نے بھی اپنی رپورٹ میں طشت از بام کیا ہے کہ تل ابیب ایک خفیہ منصوبے کے تحت مقبوضہ مشرقی بیت المقدس میں فلسطینیوں کے گھر مسمار کرکے وہاں سیاحتی مرکز تعمیر کرنا چاہتا ہے۔ اس اقدام کا مقصد متنازعہ شہر پر یہودی تسلط کو مضبوط بنانا ہے۔

''ایڈوکیسی گروپ'' کے بانی دانیال سید حسین کا کہنا ہے کہ منصوبے کے تحت انتہا پسند نیشنلسٹ گروپوں کے تعاون سے شہر میں نو بائبلی پارک تعمیر کئے جائیں گے۔ ان پارکوں کی تعمیر میں قدیم یہودی شہر کو خصوصی توجہ کا مرکز بنایا گیا ہے۔ اسرائیل اسے شہر کی خوبصورتی بڑھانے کے حوالے سے بیان کررہا ہے، جبکہ یہ سراسر اور صریحاً جھوٹ ہے۔ اسرائیلی ترجمان کا کہنا ہے کہ ''فلسطینیوں کے صرف بغیر اجازت تعمیر کردہ گھر منہدم کئے جائیں گے اور اس میں مسلمانوں کی تاریخی اہمیت کی عمارات یا مقامات کو چھیڑا نہیں جائے گا''۔ ترجمان کے اس دعوے کے برعکس اسرائیلی حکومت کا یہ پلان ترتیب ہی اس لئے دیا گیا ہے کہ فلسطینیوں کو بے دخل کیا جائے۔ مسلمانوں کی تاریخی اہمیت کی عمارات کی جگہ پارک اور سیاحتی مراکز تعمیر کردیئے جائیں تاکہ اسلامی تاریخی ورثہ ختم ہوکر رہ جائے۔ یہ منصوبہ ایہود اولمرٹ کے دور میں تیار کیا گیا، مگر امن فارمولے کو لے کر چلنے والے ایہود اولمرٹ کے جاتے ہی انتہا پسند حکومت برسر اقتدار آگئی، جس نے امن فارمولے کو یکسر تسلیم کرنے سے ہی انکار کردیا۔ ایہود اولمرٹ سے بھی البتہ یہ توقع نہیں تھی کہ وہ فلسطینیوں کے لئے امن کی نوید ثابت ہوں گے، مگر کسی حد تک وہ جارج ڈبلیو بش کے فارمولے پر رسماً ہی سہی چل رہے تھے۔ ادھر بش صاحب گئے، ادھر ایہود اولمرٹ کو زوال آگیا۔

اب اسرائیلی وزیراعظم بنجامن نیتن یاہو اور وزیر خارجہ لیبرمین برسراقتدار ہیں جو کہ سرے سے امن مذاکرات کے ہی قائل نہیں، بلکہ وہ تو فلسطین اور فلسطینیوں کا وجود ہی سرے سے ختم کرنے کے قائل ہیں۔ مقبوضہ بیت المقدس مشرق وسطیٰ کے صدیوں پرانے تنازع کا ایک انتہائی حساس مسئلہ ہے۔ متبرک بیت المقدس شہر پر تل ابیب چار دہائیوں سے قابض ہے۔ عیسائیوں، یہودیوں اور مسلمانوں کیلئے یکساں طور پر متبرک اس شہر کو اب یہودی صرف اپنے نام کروانا چاہتے ہیں۔ اسرائیل اسے اپنا ناقابل تقسیم اور ابدی دارالحکومت قرار دیتا ہے۔ مگر بین الاقوامی برادری صیہونی ریاست کے اس دعوے کو جائز تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں۔

فلسطینی اس شہر کو اپنی آزاد ریاست کا صدر مقام بنانا چاہتے ہیں۔ بجا طور پر یہ فلسطینیوں کا حق بھی ہے۔ فلسطینیوں سے ان کا یہ حق چھیننے کے لئے اسرائیل مختلف ہتھکنڈے آزمارہا ہے۔ بیت المقدس میں پوری دنیا سے یہودیوں کو لاکر آباد کرنے کی مہم بھی چلائی گئی جو کہ تاحال جاری ہے۔ فلسطینیوں کے مکانات منہدم کرنے کا منصوبہ اسرائیل کی سازشوں میں سرفہرست ہے۔ اسرائیلی میئر نے فلسطینی ساکنین کو مزید عمارات کی اجازت دینے کیلئے منصوبہ تیار کیا تھا تاکہ فلسطینیوں کو متبادل رہائش مہیا کی جائے۔ میئر برکٹ نے اپنے بیان میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ انھوں نے مشرقی بیت المقدس میں ۲۳۵۵۰ مکانات کی تعمیر کی اجازت دینے کے لئے گزشتہ پچاس برسوں میں پہلی بار ملک کا پہلا ماسٹر پلان پیش کیا ہے۔ مگر برکٹ کے فلسطینی ہم منصب بیت المقدس کے گورنر عدنان الحسینی نے اس منصوبے کو یہ کہہ کر مسترد کردیا کہ'' فلسطینیوں کے مسائل اس سے حل نہیں ہوں گے اور یہ منصوبہ فلسطینی رہائشی ضروریات پوری کرنے کے لئے بھی ناکافی ہے''۔ حقیقت ہے بھی یہی کہ اسرائیل نے بیت المقدس کو پوری طرح اپنے تصرف میں لینے کے لئے سیاحتی مراکز اور پارکس کی تعمیر کا منصوبہ بنایا ہے اور اس پر دلیل دی ہے کہ شہر کو مزید خوبصورت بنانے کے لئے یہ سب کیا جارہا ہے۔ علاوہ ازیں فلسطینیوں کو دربدر نہیں کیا جائے گا، انہیں ان کے گھروں کے چھوڑنے کے بدلے میں متبادل رہائش گاہیں مہیا کی جائیں گی اس کیلئے بیت المقدس کے اسرائیلی میئر برکٹ نے جو منصوبہ پیش کیا ہے اسے کسی صورت قابل اعتبار قرار نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ اس سے فلسطینیوں کی بے دخلی ہوگی اور اسرائیل کی گرفت اور زیادہ مضبوط ہوجائے گی۔ فلسطینیوں کو شہر بدر ہونے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ شہر کے اس حصے میں جہاں بیشتر فلسطینی ۱۹۳۰ء سے رہتے آئے ہیں، اسرائیل نے ۱۹۶۷ء کی مشرق وسطیٰ جنگ میں مشرقی بیت المقدس پر قبضہ کرلیا تھا اور اس شہر کو دو حصوں میں تقسیم کردیا تھا۔ ایک حصے میں وہ اپنا دارالحکومت قائم کرنے کا خواہاں ہے۔ اسلامی برادری اسرائیل کے اس مذموم منصوبے کی کسی صورت تائید نہیں کرسکتی۔ فلسطینی چاہتے ہیں کہ مشرقی بیت المقدس کو مستقبل کی فلسطینی مملکت کا دارالحکومت بنائیں۔ بیت المقدس میں آباد سات لاکھ چالیس ہزار آبادی کا زائد از تیس فیصد فلسطینی

باقی صفحہ ۵ پر

نیپال کے ماؤنوازوں کا مسئلہ

رؤف عامر پپا بریار

ہندوستان کے شمال میں موجود سارک ممبر نیپال اپنی تاریخ کے بدترین سیاسی وجمہوری بحران کے گرداب میں پھنسا ہوا ہے۔ نیپالیوں کو جمہوری نظام کی خامیوں وخوبیوں کا اندازہ نہیں کیونکہ نیپال میں دو سال پہلے تک بادشاہت وملوکیت کا راج رہا ہے۔ نیپالیوں نے جاں گسل اور کانٹوں بھرے راستوں پر طویل وکٹھن سفر کرکے بادشاہت وڈکٹیٹرشپ کو شکست دی۔ یہاں جمہوریت کے ننھے پودے نے ابھی نمو کا عمل شروع ہی کیا تھا کہ دستوری بحران کے بادصرصر کے جھونکوں نے اسے کمھلا کر رکھ دیا۔

یہ بحران ماؤنواز وزیراعظم پرچنڈ کے مستعفی ہونے سے شروع ہوا۔ یورپی یونین سے لے کر امریکہ تک اور یو این او سے لے کر سارک تنظیم تک نے حالیہ بحران پر گہری تشویش کا اظہار کیا ہے۔ ماؤوادی تنظیم سے تعلق رکھنے والے پشپا کمل دہل عرف پرچنڈ ۱۹۸۰ء کی دہائی سے ہمالیائی مملکت میں ۲۴۰ سالہ قدیم بادشاہت کے خاتمے کے لئے جدوجہد کررہے تھے۔

انھوں نے ۲۰۰۸ء اگست میں وزیر اعظم کا منصب سنبھالا۔ پرچنڈ سربراہ سلطنت ٹھہرے تو ماؤنواز حریت پسندوں کی بارہ سالہ مسلح جدوجہد بھی ختم ہوگئی۔ ۲۰۰۶ء میں نیپال میں خانہ جنگی شروع ہوئی جس نے تیرہ ہزار نیپالیوں کو موت کا کفن پہنایا۔ بعد میں فریقین کے درمیان امن معاہدہ ہوا جس سے خانہ جنگی کا شعلہ جوالا بجھ گیا مگر تجزیہ نگار اب دوبارہ پیشین گوئیاں کررہے ہیں۔ خدشات کا اظہار ہورہا ہے کہ اگر موجودہ بحران کا جلد از جلد خاتمہ نہ ہوا تو یہاں دوبارہ خانہ جنگی کا آتش فشاں دہک سکتا ہے۔ نیپال میں سیاسی بریک ڈاؤن کا آغاز اس وقت شروع ہوا جب وزیراعظم پشپا کمل دہل پرچنڈ نے چیف آف آرمی اسٹاف جنرل کوتوال کو برطرفی کے تختے کا دولہا بنایا مگر جنرل کوتوال کو اگلے روز نیپالی صدر رام برن یادو نے پورے افتخار واعجاز کے ساتھ یہ کہہ کر بحال کردیا کہ وزیراعظم کا حکم غیر آئینی ہے۔ صدر نے ایک طرف برطرف چیف کو دوبارہ آرمی کا سرخیل بنایا تو دوسری طرف وزیراعظم ٹی وی سکرین پر نمودار ہوئے اور اپنے مستعفی ہونے کا اعلان کردیا۔ کہا جارہا ہے کہ وزیراعظم اور جنرل کوتوال کے درمیان ماؤنواز گوریلوں کو نیپالی فوج میں بھرتی کرنے کے مسئلہ پر کافی عرصے سے سرد جنگ جاری تھی جو اب اپنے عروج پر پہنچ گئی۔ مستعفی وزیراعظم ماؤنواز مسلح لشکر کے نہ صرف سربراہ رہے بلکہ وہ خود آمریت کے خلاف سربکف رہے۔ وہ چاہتے تھے کہ ۱۹ ہزار ماؤ وادی جنگجوؤں کو فوری طور پر نیپالی فوج کا حصہ بنادیا جائے جو مسلح جدوجہد کے خاتمے پر اقوام متحدہ کے کیمپوں میں مقیم ہیں مگر جنرل کوتوال نے اس تجویز پر سرنڈر کرنے سے انکار کردیا حالانکہ یہ ایک سنگین انسانی مسئلہ ہے جسے جلد از جلد حل کرنے کی ذمہ داری وزیراعظم کا فریضہ تھا۔ موجودہ بحران اور طرفین کے درمیان چپقلش سے انیس ہزار ماؤنواز گوریلوں کا مستقبل غیر یقینی کے کھونٹے پر لٹک گیا۔ نیپالی دانشوروں کی رائے ہے کہ وزیراعظم کو اس سنگین مسئلہ کو حل کرنے کے لئے فوج اور صدر مملکت سے مشورہ کرنا چاہئے تھا مگر انھوں نے جنرل رکمانگاڈ کوتوال کو اپنی راہ کا کانٹا تصور کرکے اسے ہٹادیا اور بعد میں وہ خود بھی مستعفی ہوگئے جس سے یہ بحران مزید گہرا ہوگیا۔ مستعفی وزیراعظم نیپال کے روایت پسند سیاسی لیڈروں کی فکر ونظر کا ادراک نہ کرسکے۔ پرچنڈ کی سوچ سے متصادم نظریہ رکھنے والے لیڈروں کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ گوریلے آرمی میں اپنی برتری واجتماعیت پر یقین رکھتے ہیں۔ ماؤنواز سیاسی لیڈر ہر صورت میں اپنے جنگجوؤں کو سرکاری فوج کا حصہ بنانے کے مطالبے پر قائم ہیں۔ وہ اپنے مطالبے سے دستبردار ہونے پر راضی نہیں مگر انہیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ کسی خاص نظریے سے منسلک گروپ ایک ہمہ جہت جمہوریت کو فروغ دینے میں ممد ومعاون ثابت نہیں ہوا کرتا۔ یوں حقائق کی روشنی میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ نیپالی فوج ماؤنواز باغیوں کے ساتھ کسی شکل میں ہم آہنگ نہیں ہوسکتی مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ جب تک ان گوریلوں کو سرکار کا حصہ نہیں بنایا جاتا، معاشرے میں امن وامان کا قیام بھی تشنہ رہے گا۔ نیپال میں جمہوریت کے فروغ اور معاشرتی امن وامان کے قیام کے لئے ماؤوادی گوریلوں کو سرکاری وجمہوری سیٹ اپ کا حصہ بنانا ہوگا ورنہ نیپالی سرکار کو جلد یا بدیر ان ماؤوادیوں کے خلاف جنگ کے لئے ذہنی طور پر تیار رہنا ہوگا۔

●●

عوام نے فرقہ پرستوں کو ٹھکرا دیا

مولانا اسرارالحق قاسمی، دہلی

پندرہویں لوک سبھا انتخابات کے نتائج منظر عام پر آچکے ہیں، یوپی اے محاذ ایک بار پھر حکومت بنانے میں کامیاب ہوگیا ہے۔اس باریوپی اے کو ۲۰۰۴ء کے مقابلے میں مزید تقویت حاصل ہوئی ہے، جس کے باعث حکومت تشکیل دینے میں بھی اسے کسی طرح کی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا ہے بلکہ حکومت تشکیل دینے کے لئے جس قدر سیٹیں درکار ہوتی ہیں اس سے کہیں زیادہ سیٹیں یوپی اے کو دیگر پارٹیوں کی جانب سے حمایت دینے کے بعد حاصل ہوگئی ہیں۔یوپی اے محاذ کی اس سے بڑی اور کیا کامیابی ہوسکتی ہے کہ اسے حمایت حاصل کرنے کے لئے کہیں جانا نہیں پڑا ہے بلکہ خود وہ پارٹیاں جو الیکشن میں یوپی اے کے خلاف برسرپیکار تھیں وہ بھی یوپی اے کو ازخود حمایت دینے کے لئے آمادہ ہیں۔یہاں یہ سوال بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ یوپی اے کی اس پیمانہ پر کامیابی اور این ڈی اے وتیسرے محاذ کی زبردست ناکامی کی کیا وجوہات رہیں؟ عوام نے انہیں کیوں مسترد کیا اور یوپی اے کو اقتدار تک کیوں پہنچایا؟

اس کی سب سے بنیادی وجہ یہ رہی کہ ملک کے عوام میں ملک کی سالمیت اور ترقی وخوشحالی کے تعلق سے بیداری آئی ہے۔وہ یہ چاہتے ہیں کہ ملک میں کسی طرح کا خلفشار نہ ہو،لڑائی جھگڑے نہ ہوں،نفرت اور عصبیت نہ ہو، سب ایک ساتھ مل جل کر رہیں، ایک ساتھ کاروبار کریں، ایک دوسرے کے کام آئیں، ایک دوسرے سے محبت کے ساتھ پیش آئیں۔کسی کو کسی سے خوف نہ ہو، ملک کا نظم ونسق درست ہو، جو کام کریں بے خوف ہوکر کریں، جہاں جائیں بے خوف ہوکر جائیں۔ملک کے بنیادی مسائل حل ہوں،عوام کو مختلف سطح پر سہولیات حاصل ہوں۔

اس انتخاب میں کانگریس کو دو سو سے زیادہ سیٹیں حاصل ہوئیں اور یوپی اے ۲۶۰ کے عدد کو پار کرگیا۔یعنی ایک طرف کانگریس کی سیٹوں میں زبردست اضافہ ہوا، دوسری طرف یوپی اے میں شامل جماعتوں کو فائدہ پہنچا مگر جن پارٹیوں نے یوپی اے کا ساتھ چھوڑ دیا تھا انہیں موجودہ الیکشن میں ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔مثلاً یوپی اے میں آرجے ڈی اور لوک جن شکتی پارٹی شامل تھی مگر الیکشن سے قبل ان پارٹیوں نے یوپی اے کے ساتھ الیکشن نہیں لڑا اور اپنے بل پر الیکشن لڑکر زیادہ سیٹیں حاصل کرنی چاہیں مگر اس میں وہ بری طرح ناکام ہوگئے۔ آرجے ڈی جسے گزشتہ انتخابات میں چوبیس سیٹیں حاصل ہوئی تھیں، اس بار صرف چار سیٹوں پر ہی اسے اکتفا کرنا پڑا، یعنی پہلے کے مقابلے میں ایک چوتھائی سیٹیں بھی حاصل نہیں کرپائی۔ اتنی بڑی ناکامی کے بارے میں آرجے ڈی کے سینئر لیڈران نے تو کیا کسی نے بھی نہ سوچا ہوگا۔لوک جن شکتی پارٹی کا بھی یہی حال ہوا کہ اس الیکشن میں چار سیٹوں میں سے کوئی سیٹ بھی اسے حاصل نہ ہوسکی۔جبکہ ماہرین کا خیال ہے کہ اگر یہ پارٹیاں یوپی اے کے ساتھ مل کر الیکشن لڑتیں تو اچھی خاصی سیٹیں حاصل کرلیتیں۔ حالیہ الیکشن میں لیفٹ کی حالت بھی خستہ رہی اور اسے اتنی کم سیٹیں ملیں کہ حیرت ہوتی ہے۔اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ گزشتہ پانچ سال کے دوران یوپی اے عوام کے دل میں جگہ بنانے میں کامیاب ہوئی۔

اس انتخاب کے نتائج کا حیران کن پہلو یہ بھی رہا کہ بہت سی علاقائی پارٹیاں جو اچھی خاصی سیٹیں حاصل کرلیتی تھیں ان کی سیٹوں کی تعداد کافی گھٹ گئی۔خاص طور سے وہ پارٹیاں جو یوپی اے سے الگ تھیں۔جیسا کہ یوپی میں سماج وادی پارٹی اور بہوجن سماج پارٹی کو اتنی سیٹیں حاصل نہ ہوسکیں جس کا وہ دعوی کررہی تھیں۔ بی ایس پی کی سپریمو کو پچاس پارلیمانی سیٹیں حاصل کرنے کا دعوی تھا اور وہ اس ہدف پر پہنچ کر وزیراعظم بننے کا خواب دیکھ رہی تھیں لیکن وہ اپنے ہدف کا آدھا راستہ بھی نہ طے کرسکیں اور ان کی پارٹی صرف ۲۱ پر سمٹ گئی۔سماج وادی پارٹی کے سپریمو کا خیال تھا کہ ان کی پارٹی کو ۲۰۰۹ کے انتخاب میں ساٹھ سیٹیں حاصل ہوں گی لیکن صرف ۲۳ سیٹیں ہی ان کی پارٹی کو مل پائیں۔یعنی بڑھنے کی بجائے ایک درجن سے زیادہ سیٹیں گھٹ گئیں۔اس سے ایسا لگتا ہے کہ اترپردیش کے عوام نے اس بار پورے طور سے ان پارٹیوں پر بھی اعتبار نہیں کیا۔اس کی کئی وجوہ ہوسکتی ہیں۔ جیسا کہ عام طور سے اترپردیش کے عوام کو موجودہ بی ایس پی کی صوبائی سرکار سے یہ شکایت ہے کہ اس حکومت میں یوپی میں ترقی نہیں ہورہی ہے اور نظم ونسق کی حالت بھی بہتر نہیں ہے۔اس کے علاوہ بی ایس پی کا کوئی صاف موقف بھی حالیہ الیکشن میں سامنے نہیں آیا۔تیسرے محاذ میں بی ایس پی کے شامل ہونے کی بات سامنے آئی لیکن اس بارے میں بھی پختگی کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا۔واضح موقف نہ ہونے کی وجہ سے بعض لوگوں کا خیال تھا کہ یہ پارٹی این ڈی اے کے ساتھ بھی جاسکتی ہے جب کہ این ڈی اے کی قیادت کرنے والی بھاجپا نے ہمیشہ ملک کی ترقی کی طرف توجہ دینے کی بجائے جذباتی ایشوز کی طرف دھیان دیا۔ورون گاندھی نے زہر اگلا اور بی جے پی نے اس کی پیٹھ تھپتھپائی۔اس لئے ملک کے عوام ایسی پارٹی کو ہرانے کا فیصلہ کرچکے تھے، مگر اس کی زد میں وہ پارٹیاں بھی آگئیں جو این ڈی اے کے لئے نرم گوشہ رکھتی تھیں۔ایس پی کا اس بار رجحان کلیان سنگھ کی طرف دکھائی دیا اور کلیان سنگھ نہ صرف بی جے پی کے سینئر لیڈر رہ چکے ہیں بلکہ وہ بابری مسجد کی شہادت کے بھی ذمہ دار ہیں۔ظاہری بات ہے کہ وہ پارٹی جو اپنے آپ کو سیکولر کہتی رہی ہو وہ اگر کلیان جیسے مجرم سے دوستی کرے گی تو ملک کے انصاف پسند اور سیکولر عوام اسے کیوں کر جتا سکتے ہیں۔اترپردیش کی ان دونوں بڑی پارٹیوں کے اوندھے منہ گرنے کی ایک وجہ یہ بھی رہی کہ یوپی میں کانگریس کی مقبولیت میں اضافہ ہوا ہے، کسانوں نے اس کی کارکردگی کو بہتر سمجھا اور عام لوگوں نے جو فرقہ پرستی اور نفرت پرمبنی سیاست سے خار کھائے ہوئے بیٹھے تھے نے یہ خیال کیا کہ اگر فرقہ پرست پارٹیوں کو کوئی پارٹی فیصلہ کن شکست دے سکتی ہے تو وہ کانگریس پارٹی ہے۔کیونکہ وہ سیکولرزم کی سب سے بڑی علمبردار بھی ہے اور قومی سطح کی سب سے بڑی پارٹی بھی۔

چنانچہ یوپی میں کانگریس کو بیس سے زیادہ سیٹیں مل گئیں یعنی گزشتہ سال کے مقابلے میں سیٹوں میں دوگنا سے بھی زیادہ اضافہ ہوگیا۔گویا کہ اس الیکشن کے نتائج نے واضح طور سے تمام پارٹیوں کو یہ پیغام دے دیا کہ ملک کے اقتدار کی کرسی تک وہی پارٹیاں رسائی کریں گی جو ملک میں امن وسلامتی چاہتی ہیں اور ٹھوس بنیادوں پر کام کرتی ہیں، وہ پارٹیاں جنہیں ملک کی ترقی وخوشحالی سے سروکار نہیں اور جو بھائی چارگی ویکجہتی میں یقین نہیں رکھتی ہیں، صرف اور صرف جذباتی ایشوز اور نفرت کی سیاست کے سہارے ملک کی زمام اپنے ہاتھوں میں لینا چاہتی ہیں انہیں کامیابی نہیں ملے گی اور ذلت ورسوائی کے علاوہ ان کے ہاتھ کچھ نہ لگے گا۔ ••

پاکستانیوں کی اکثریت اعتدال پسند ہے/سروے رپورٹ

رضا نقوی (واشنگٹن ڈی سی)

پاکستان اپنی تاریخ کے انتہائی مشکل وقت سے گزر رہا ہے۔ دہشت گردی، انتہا پسندی کے خلاف جنگ، امن وامان کی غیر یقینی صورتحال اور معاشی مسائل، مگر پاکستان کی سترہ کروڑ آبادی نے پچھلے ایک سال میں فوجی حکومت سے عوامی حکومت تک کا سفر جس انداز سے مکمل کیا اور عدلیہ کی بحالی کے لئے جو تحریک چلائی۔اس نے امریکہ میں ان ماہرین کو خاصا حیران کیا ہے جو پاکستان کو ایک روایتی معاشرہ قرار دینے پر اصرار کرتے ہیں۔ پاکستانی عوام کو ڈیڑھ سال پہلے ملنے والی جمہوریت کی صورتحال کا جائزہ لینے کے لئے امریکہ کے چند ادارے پاکستانی عوام سے ان کی رائے معلوم کرتے ہیں اور اس رائے میں آنے والی تبدیلیوں پر نظر رکھتے ہیں۔ایک ایسا ہی ادارہ انٹرنیشنل ری پبلکن انسٹی ٹیوٹ ہے جو سال میں تین بار مختلف موضوعات پر سروے کراتا ہے۔اس ادارے کے تحت حال ہی میں کرائے جانے والے سروے کے دلچسپ نتائج سامنے آئے ہیں اور امریکیوں کو یہ جان کر حیرت ہوئی ہے کہ میڈیا رپورٹس کے برعکس پاکستانیوں کی اکثریت اعتدال پسند ہے اور وہ انتہا پسندی کے خلاف ہے۔

انٹرنیشنل ری پبلکن انسٹی ٹیوٹ کے پاکستان پروجیکٹ کے سربراہ اسکاٹ مسٹیک ہیں۔وی او اے کے ساتھ ایک انٹرویو میں انھوں نے ان چیلنجز کا ذکر کیا جن کا سامنا ان کے ادارے کو وہاں سروے کے دوران کرنا پڑتا ہے۔میسٹیک کہتے ہیں کہ پاکستان میں سروے کرانا ایک دشوار کام ہے کیونکہ وہ سترہ کروڑ کی آبادی کا ایک ملک ہے اور کثیر آبادی کے حامل ملک میں آبادی کے ہر طبقے تک اس انداز میں پہنچنا کہ ہرایک کی نمائندگی ہوسکے، ایک دشوار کام ہے۔ وہ کہتے ہیں پاکستان میں سروے کی راہ میں ایک بڑی مشکل یہ بھی ہے کہ اب بھی آبادی کا ایک بڑا حصہ دور دراز کے دیہاتوں میں رہتا ہے۔وہاں تک آنے جانے کے وسائل محدود ہیں جس کی وجہ سے ان تک پہنچنے میں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پاکستانیوں میں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ کھل کر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ اور کوئی لگی لپٹی نہیں رکھتے۔ ان کا کہنا تھا کہ اکثر پاکستانی مہنگائی، بیروزگاری اور انتہا پسندی کے ہاتھوں پریشان ہیں اور وہ ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کی شدید خواہش رکھتے ہیں۔ ••

بقیہ: بیت المقدس پر مکمل قبضے کا اسرائیلی منصوبہ بے نقاب

ہیں۔باقی یہودی ہیں جن کی اکثریت شہر کے مغربی علاقے میں رہتی ہے۔ برکٹ کا فلسطینیوں کو متبادل رہائش گاہ دینے کا پلان دراصل دربدر کرنے کا منصوبہ ہے۔ برکٹ نومبر میں منتخب ہوئے، وہ سیاسی طور پر ایک آزاد رکن ہیں، لیکن بیت المقدس کی یہودی اکثریت کے لئے ان کے جذبوں کی پختگی اور وفاداری کی وجہ سے انہیں اسرائیل کی نئی منتخب دائیں بازو حکومت کے وزیراعظم بنجامن نیتن یاہو کی مکمل سرپرستی اور تائید حاصل ہے۔ اب فلسطینیوں کے مکانات کی حالیہ انہدامی کارروائی کے لئے اسے عالمی سطح پر تنقید کا سامنا ہے۔مگر وہ کسی تنقید کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے انہدامی منصوبے پر اسی رفتار سے عمل پیرا ہے۔کہیں فلسطینیوں کے مزید گھر مسمار کئے جارہے ہیں اور کہیں یہودیوں کی آبادکاری کے لئے مزید بستیاں بنائی جارہی ہیں۔دونوں کا مقصد ایک ہے۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے ادارے کی جانب سے ایک رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ پندرہ سو مکانات کی انہدامی کے احکام زیرالتوا ہیں۔اگر ان احکام پر عمل درآمد کیا جائے تو ۹۰۰۰ فلسطینی مزید بے گھر ہوجائیں گے۔اسرائیل نے انہدامی کارروائیوں کو جائز ثابت کرنے کی بھونڈی دلیل یہ دی ہے کہ یہ بغیر اجازت کے تعمیر کردہ ہیں۔ ان کو زمین دوز کردیا جائے گا۔ اسرائیلیوں کے اس موقف پر فلسطینیوں کو بے دخل کرنے کا جواز اس لئے باقی نہیں رہتا کیونکہ اجازت ناموں کا حصول اور طریقہ کار انتہائی مشکل امر ہے، جو صرف اس لئے اتنا پیچیدہ یا مشکل رکھا گیا ہے کہ فلسطینی وہاں گھر تعمیر نہ کرسکیں۔ برکٹ کے ترجمان اسٹیفن ملر کا کہنا ہے کہ نیا منصوبہ فلسطینیوں کی آبادی پر مشتمل علاقوں میں مزید مکانات کی ضرورت کو پورا کرے گا۔انھوں نے کہا کہ بے شمار تعمیری اجازت نامے جاری کئے گئے ہیں جبکہ ۲۰۰۶ء میں اور گزشتہ سال ۳۴۶ مکانات کی تعمیر کی اجازت دی گئی۔میئر نے فلسطینیوں کے گھروں کی مسماری کے متعلق کہا کہ شہر بھر میں ناقص منصوبہ بندی کے تحت مکانات تعمیر ہوئے تھے، اس لئے ان کی غیر قانونی تعمیر اور قانون کو توڑنے پر کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔

اسرائیل میں انتہا پسند حکومت آجانے کے بعد سے تو دوریاستی فارمولا دم توڑ گیا ہے کیونکہ نومنتخب حکومت فلسطین کے تشخص پر تیار نہیں، حالانکہ عالمی سطح پر اسرائیل پر دباؤ ہے کہ اسے دوریاستی فارمولا تسلیم کرنا چاہئے۔ عیسائیوں کے مذہبی پیشوا پوپ بینڈکٹ شانزدہم نے بھی کہا ہے کہ اسرائیل اور فلسطین کے درمیان جاری تصادم کا واحد حل دوریاستوں کی تشکیل ہے۔تمام ذمہ دار اور صاحب شعور شخصیات کو مسئلے کے حل کے لئے کوششیں کرنی چاہئیں تاکہ دونوں طرف کے لوگ پرسکون زندگی گزار سکیں۔ پوپ بینڈکٹ نے اسرائیل کے دورے میں یہودیوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کیا، مگر انھوں نے دوریاستی فارمولے کی تائید کرکے فلسطینی مملکت کے قیام کی وکالت کی۔مفتی اعظم فلسطین نے عیسائیوں کے روحانی پیشوا پوپ بینڈکٹ سے فلسطینی عوام پر اسرائیلی حملے بند کروانے کی اپیل کی۔پوپ بینڈکٹ کی مقبوضہ بیت المقدس آمد اور گنبد صخری کے دورے کے موقع پر مفتی اعظم محمد حسین نے کہا کہ عیسائی رہنما کو فلسطینی عوام کے خلاف صہیونی جارحیت کے خاتمے کے لئے اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔انھوں نے کہا کہ فلسطینی منتظر ہیں کہ پوپ بیت المقدس، غزہ اور مغربی کنارے میں رہنے والے باشندوں، ان کی املاک اور مقدس مقامات پر حملے بند کروانے کے لئے اپنا اثر ورسوخ استعمال کریں۔ ویٹی کن کی طرف سے جاری کئے گئے بیان میں کہا گیا ہے کہ پوپ نے اپنی دعا میں لکھا ہے کہ: ”اے اللہ اس مقدس سرزمین پر، مشرق وسطی اور پوری انسانیت پر اپنی رحمت نازل فرما“۔

اسرائیلی وزیراعظم بنجامن نیتن یاہو دومملکتی حل کے کسی طور پر حق میں نہیں۔ موصوف کا موقف ہے کہ وہ فلسطینیوں کو بزور طاقت کچلنے کے قائل ہیں ایسے میں فلسطینیوں کی جہادی تنظیموں کا خاتمہ بھی کردینا ضروری ہے۔وہ فلسطینیوں سے بات چیت پر تیار ہیں مگر غیر مشروط۔ ایسے میں امن یا دوریاستی مملکت کا فارمولا کیسے کامیاب ہوسکتا ہے؟ نئے آنے والے امریکی صدر بارک حسین اوباما سے یہ توقع ہرگز نہیں کہ وہ دوریاستی فارمولے پر بنجامن نیتن یاہو یا اسرائیلی حکومت کو آمادہ کرلیں گے۔ بنجامن نیتن یاہو اور انتہا پسند حکومت کے دام میں آجانے کے بعد بارک حسین اوباما سے دوریاستی تجویز سے دستبرداری کا خدشہ بدرجہ اتم موجود ہے۔توقع یہی ظاہر کی جارہی ہے کہ بارک حسین اوباما جلد نعرہ مستانہ لگاتے ہوئے یہودیوں سے جاملیں گے اور اس حل کی بانسری بجاتے نظر آئیں گے جو کہ سازشی صہیونیوں نے تیار کیا ہے۔ درحقیقت جو مسئلہ کا حل نہیں بلکہ بگاڑ ہے۔کیونکہ اسرائیل اگر دوریاستی حل پر متفق ہوجاتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ ”گریٹر اسرائیل“ یعنی عظیم تر اسرائیل کے خواب سے دستبردار ہوجاتا ہے۔عظیم اور وسیع ترین اسرائیل کا منصوبہ صرف فلسطینی سرزمین تک محدود نہیں بلکہ وہ تو افریقہ سے لے کر بشمول خیبر ومدینہ منورہ پوری خلیج کو اپنے وسیع تر اسرائیل میں شامل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔عرب دنیا جانتی ہے کہ اسرائیل فلسطین پر اپنا غاصبانہ قبضہ چھوڑ دے،اس کے بدلے وہ اسے تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔ امن کی راہ عرب حکومت نے کئی سال پہلے منتخب کی۔انھوں نے اس لئے یہ راستہ چنا کہ اس جھگڑے کو حل کیا جائے اور ساٹھ برسوں سے جاری اس کشمکش کو ختم کردیا جائے۔اس کے لئے انھوں نے زمین کے بدلے امن اور پھر عرب امن اقدامات بھی پیش کئے۔ سعودی عرب کے شاہ عبداللہ کے اقدامات کو اسرائیل نے ظاہراً تو سراہا مگر اس پر عملدرآمد کے لئے آمادہ نہ ہوا، کیونکہ وہ فلسطین کی شناخت نہیں چاہتا اس کا خاتمہ چاہتا ہے۔اس کے لئے وہ فلسطینیوں کی بے دریغ جانیں لے رہا ہے اور ان کے گھروں کو منہدم کرکے وہاں اپنی تعمیرات کررہا ہے۔ ••

بقیہ: وردی کی روح

دیئے جاتے ہیں وہ عموماً کچی عمروں (پندرہ سولہ سال) کے ہوتے ہیں، ان کی اصلاح ممکن ہے وہ زیادہ تر معاشی مجبوریوں کے تحت مجرمین کے چکر میں پھنستے ہیں۔ اگر میرا ادارہ اپنے وسائل سے ان کے معاشی مسئلے کا مضبوط حل نکال دے تو وہ جرائم کی دنیا سے آزاد ہوسکتے ہیں۔اس کے لئے جو طریقہ کار میرے ذہن میں ہے وہ بھی سن لیجئے میں کوئی دھنی پتی آدمی نہیں بلکہ ایک عام سی مالی حیثیت رکھتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اس طرح کے مجرمین جن جیل خانوں میں بند ہیں ان کے گھر والوں سے مل کر ان کو قانونی مدد فراہم کی جائے اور جن کا کوئی نہیں ہے ان کے لئے بطور خود ضمانت کی کوشش کی جائے اور ادارے کی طرف سے ان کو اس سلسلے میں فنڈ مہیا کیا جائے۔ظاہر ہے کہ میرے لئے یہ کام نسبتاً زیادہ آسان ہے کہ میرا تعلق بھی خود قانون کے اسی شعبے سے ہے، پھر میرے اس عمل کا قیدی اور اس کے گھر والوں پر گہرا اثر پڑے گا۔اس لئے کہ میرا کام مجرموں کو پکڑنا اور جیل میں ڈالنا ہے۔لیکن جب وہ دیکھیں گے کہ داروغہ صاحب خود مجرم کو نکلوانے میں مدد دے رہے ہیں تو وہ مجھے اپنا ہمدرد اور مسیحا سمجھیں گے۔ اور میرے ہر مشورے پر چلنے میں خوشی محسوس کریں گے بلکہ اگر ان کے لئے ممکن ہوگا تو مالی طور پر بھی حصہ لیں گے، پھر میں انہیں مشورہ دوں گا کہ اپنے آدمی کو میرے ادارے میں داخل کردو تاکہ آئندہ وہ ایسی حرکت نہ کرے میں اس کی تربیت کروں، پھر میں خود یا ادارے کے دیگر اخلاقی معلمین ان کے سامنے جرائم کی قباحت اور خود ان کی زندگی پر ان کے نقصانات پر اخلاقی تقریر کریں گے اور ان کو جرائم کے علاوہ کسی بھی ایسے کام کے لئے آمادہ کریں گے جس سے اس کے روزگار کا مسئلہ حل ہوجائے۔اس کے بعد وہ جس کام کے لئے بھی اپنی آمادگی ظاہر کریں گے اس کے لئے سینٹر پر میں انہیں بھجوادوں گا جس سے ہمارے ادارے کا پہلے ہی سے رابطہ ہوگا۔اس طرح ممکن ہے کہ ہماری کئی سال کی کوششوں کے بعد کچھ مجرمین جرائم کی دنیا سے آزاد ہوکر کام کے آدمی بن جائیں اور جن سے ملک کو ہمیشہ نقصان پہنچتا رہا ہے وہ ملک کے لئے مفید عنصر بن جائیں اور جن کے جیل میں جانے پر لوگ راحت محسوس کرتے ہیں کل ان کے باہر رہنے پر خوشی محسوس کریں۔ یہ کام بہت مشکل ہے اور آج صرف ایک خواب سا محسوس ہوتا ہے لیکن میری دھن اگر پکی رہی اور آپ حضرات کی توجہ ہمیں حاصل رہی تو ہمارا یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوسکتا ہے۔

میں حیران تھا کہ ہمارے ملک کی پولیس اپنے بعض نادان دوستوں کی حرکتوں کی بنا پر کتنی بدنام ہے کہ آج انسانیت اور شرافت کے حوالے سے ان کے لئے کوئی بات کہنا مشکل ہے۔لیکن میرے سامنے اسی پولیس کی برادری کا ایک فرد بیٹھا ہے جو ملک وملت کی تعمیر سے بے پناہ محبت رکھنے والا اور انسانیت اور شرافت کا زبردست نقیب ہے جو عام لوگوں کو بلکہ گنہگاروں کو بھی گلے لگانے کو تیار ہے جس کی بات بات سے رس ٹپکتا ہے اور جس کی پیشانی سے فکرمندی کے آثار نمایاں ہیں۔ یہی پولیس کا اصل روپ ہے اور جبھی وہ اپنی ذمے داریوں سے عہدہ برآ ہوسکتی ہے۔ وہ عوام کی خادم اور ملک وقوم کی محافظ ہے۔ہم سب کیلئے اس واقعے میں بڑا سبق ہے۔پولیس کو بھی اپنے کردار پر نظرثانی کرنی چاہئے اور ہمیں بھی اپنی سوچ میں وسعت پیدا کرنی چاہئے۔ ••

تعارف وتبصرہ

نام کتاب : تعلیمی اداروں کی درجہ بندی (بذریعہ خوداحتسابی)
مرتب : ڈاکٹر بدرالاسلام
صفحات : ۵۶
قیمت : ۴۰روپے
ناشر : مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، ڈی ۳۰۷، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۲۵

مسلمانوں میں تعلیم کی کمی کا ہروقت رونا رویا جاتا ہے، نصیحت سب کرتے ہیں۔ مشورے سب دیتے ہیں۔ تقاضہ یہ رہتا ہے کہ مسلمانوں میں تعلیمی بیداری لائی جائے۔تعلیم کی قدر وقیمت اور اہمیت ان کے ذہن نشین کرائی جائے جو بیداری آچکی ہے۔تعلیم کی جو قدر وقیمت ذہن نشین ہوچکی ہے اس کو عملی شکل دینے کے لئے اپنے بچوں کو تعلیم دلانے کے لئے خواہشمند اور بے قرار والدین کے بچوں کو علم کی دولت سے سرفرازی کے مواقع فراہم کرنے کے لئے آگے آنے سے دلچسپی نہیں ہے ۔ والدین پریشان ہیں کہاں پڑھائیں اور کیا پڑھائیں؟ داخلہ نہیں ملتا۔ اسکول کم ہیں اسکولوں میں نشستیں محدود ہیں۔ داخلے کے خواہشمندوں کی بھیڑ ہے جو اسکول کھولے گئے ہیں اولاً تو ناکافی ہیں ۔ دوسرے غیر معیاری ہیں۔یہ ایک سنگین المیہ ہے۔اس میدان میں زیر تبصرہ کتاب کے مرتب نے اپنے اسکولوں کا معیار بہتر بنانے کے لئے تعلیمی اداروں کی درجہ بندی بذریعہ خود احتسابی کی راہ سجھائی ہے۔ مؤلف تعلیم وتدریس کی دنیا سے وابستہ ہیں ۔ملت کا درد رکھتے ہیں۔نئی نسلوں کی فلاح وبہبود کا جذبہ رکھتے ہیں ۔کل کے شہریوں اور قوم کے لئے مستقبل میں بننے والے ستونوں کو ترقی، روشن مستقبل اور عروج وبلندی کی راہ پر گامزن کرنے کے سلسلے میں اسکولوں کے ذمے داروں اور نئی نسلوں کے معمار استادوں کو بامقصد قیمتی مشورے دیے ہیں کہ کس طرح خود احتسابی کے ذریعے وہ خود اپنے اسکولوں کو کس طرح کامیاب بناسکتے ہیں۔اساتذہ معاشرے میں عزت واحترام کا درجہ حاصل کرسکتے ہیں اور اپنے شاگردوں کی نظروں میں عظیم ترین استاد کی حیثیت اختیار کرسکتے ہیں ۔ کتاب کا پیش لفظ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر اور جامعہ ہمدرد کے چانسلر سید حامد نے تحریر کیا ہے۔جس میں تعلیم کے میدان سے اپنی گہری دلچسپی اور تجربات کا نچوڑ، چودہ قیمتی تجاویز کی شکل میں پیش کرکے کتاب کی اہمیت میں مزید اضافہ کردیا ہے۔ مرتب نے ابتدائیہ میں دردمندی و دل سوزی کے ساتھ اداروں میں صحت مند مسابقت اور خود احتسابی کا آغاز کرنے کی اپیل کی ہے۔ اداروں، طلباء، سرپرستان طلبہ، اساتذہ اور معیار مطلوب کے احتساب و جائزہ کے مختلف پہلو پیش کیے ہیں۔اسکول کے معیار تعلیم کی جانچ کے مختلف پہلو اور پیمانے اور طریقے بیان کیے ہیں۔اسکول کے جائزہ کی مختلف جہات ، اسکول کی عمومی معلومات، بنیادی سہولتوں ، نظم ونسق ، جائزہ ورہنمائی اسکول اور سماج ، اسلامی ماحول کے لئے مطلوب اشیاء، سازوسامان ،عمارت وغیرہ کے سلسلے میں آبجیکٹو جائزہ کے نقشے درج کیے ہیں۔ یقیناً یہ کتاب اور سید حامد کی تجاویز اسکولوں اور استادوں کے لئے بہت اچھے مددگار ومعاون ثابت ہوں گے۔

نام کتاب : نظریاتی ادب
مؤلف : شاہ رشاد عثمانی
ناشر : ادارۂ ادب اسلامی کرناٹک وگوا دعوت سنٹر، سلطان اسٹریٹ، بھٹکل کرناٹک۔ ۵۸۱۳۲۰

زبان وادب کا یوں تو اسلام سے گہرا رشتہ ہے لیکن ادبی حلقے بالعموم ادب اسلامی کو ادب تسلیم کرنے ہی سے منکر رہے ہیں۔ ماضی کے متعدد ادوار میں اس رجحان میں شدت تھی جو اب رفتہ رفتہ کم ہورہی ہے اور اب ادب اسلامی مستقل ایک ادبی نظریہ کے طور پر تسلیم کیا جانے لگا ہے۔اس صورتحال کی تبدیلی کے لئے بین الاقوامی سطح کی تنظیم رابطۂ ادب اسلامی کے علاوہ ادارہ ادب اسلامی کی خدمات کافی اہم ہیں۔ زیر نظر کتابچہ اسی ادارے کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔اس کتابچے میں نظریاتی ادب، تحریک ادب اسلامی کی رفتار، تحریک ادب اسلامی کے تقاضے، اسلامی ادب کی فکری بنیادیں۔ اسلامی ادیبوں کی تحقیقی وتنقیدی خدمات، اردو افسانے میں اسلامی ادیبوں کا حصہ اور جدید غزل، فکر اسلامی کے تناظر میں جیسے عناوین کے تحت اسلامی ادب کے مختلف پہلوؤں سے بحث کی گئی ہے۔اس سلسلے میں مؤلف نے خاصا مواد فراہم کیا ہے اور اسے سلیقے سے پیش کیا ہے ۔ اسلامی ادیبوں کی فہرست بہت طویل اور خدمات کی نوعیت بہت وسیع ہے۔اس کا کسی ایک مقالے میں احاطہ ناممکن سی بات ہے۔تاہم اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے مؤلف نے اسلامی ادیبوں اور ان کی خدمات کے تعلق سے جو کچھ پیش کیا گیا ہے وہ کافی اہم ہے۔ادبی حلقوں میں اسے پسند کیا جائے گا۔

نام کتاب : ضمیر اپنا اپنا
افسانہ نگار : اندرا شبنم اندو
صفحات : ۱۲۸ ☆ قیمت ۱۰۰روپے
پتہ : بی۔۱۔۹، میور بن اپارٹمنٹ، ۱۱۰۰ شیواجی نگر، ماڈل کالونی، پونے، مہاراشٹر ۴۱۱۰۱۶

زیر نظر افسانوی مجموعہ سماجی مسائل و امور اور کردار سے تعلق رکھتا ہے۔افسانہ نگار کی تعلیم، انتظامیہ اور جیل وارڈن جیسے شعبوں سے وابستگی، سماجی مسائل سے دلچسپی اور حساس طبیعت نے ان کے افسانوں کو معاشرتی زندگی سے قریب تر بنا دیا۔افسانہ نگار نے اپنی تخلیقات میں وہی سب پیش کیا ہے جس کا انھوں نے مشاہدہ کیا اور اپنی زندگی کے بڑے حصے میں ان سے روبرو رہیں۔ان افسانوں کی امتیازی خصوصیت ان کا تعمیری اور اصلاحی پہلو ہے۔یاس وقنوط کا شکار ہونے کے بجائے ہمت وحوصلہ سے کام لینے اور حالات کے رخ کو بدلنے کی تلقین کی گئی ہے۔ساتھ ہی دردمندانہ انداز میں نفس مسئلہ کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔باہمی رشتوں کے موجودہ مزاج پر ان کے اس تبصرے ”ویسے بھی رشتوں میں کون سے سکھ ہوتے ہیں؟ جو آس پاس زندہ ہوتے ہیں ان سے ہم لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں اور جب وہی ہمیشہ کے لئے موت کے نام سے الگ ہوجاتے ہیں تو ان کے بغیر جی نہیں سکتے، عجیب ہی ہم سب لوگ“ — اسی طرح حادثات سے متاثرین کی خبرگیری پر ”ڈاکے، زلزلے، باڑھ، زنا، دہشت گردی، بم دھماکے ہمارے لئے محض خبریں بن چکے ہیں۔ایک ضلع میں ایسا ہوتا ہے اس کا درد دوسرے ضلع کے لوگوں تک بھی نہیں پہنچ پاتا“ شہری اور دیہی زندگی اور ان کے مسائل کے سلسلے میں اس تحریر یہ باہر ملکوں میں بھاگتے ہوئے لوگ، یہ گاؤں سے بھاگ کر شہروں میں آتے ہوئے لوگ، کیا صرف پیٹ بھر روٹی کے لئے آتے ہیں؟ یا رشتوں سے بھاگ کر یا آزادی اور صرف آزادی پانے کے لئے، یا سچ مچ کوئی مجبوری......کون سا مقصد کون سی منزل کا تصور لے کر وہ شہروں میں آتے ہیں۔ گاؤں کو خالی اور شہروں کو بھیڑ سے بھردیتے ہیں“ سے مجموعے کی تعلیم واضح ہوجاتی ہے۔گوکہ مجموعہ میں شامل افسانوں کا موضوع مختلف ہے اور بعض انتہائی حساس بھی ہیں لیکن ان پر سلیقہ سے قلم اٹھایا گیا ہے۔ ••

اہم خبروں کا اختصار

ملکی

● نئی دہلی۔ مواصلات اور اطلاعاتی ٹیکنالوجی کے وزیر اے راجہ نے عہدہ سنبھالتے ہی کہا کہ وہ ملک میں مقامی کال شرح دس پیسے فی منٹ اور ایس ٹی ڈی کال کی شرح ۲۵ پیسے فی منٹ تک لانے کی کوشش کریں گے۔

● الٰہ آباد۔ الٰہ آباد ہائی کورٹ نے حکومت اترپردیش کے ایک اہم گنگا ایکسپریس پروجیکٹ کے نفاذ پر روک لگادی۔

● نئی دہلی۔ امور خارجہ کے وزیر مملکت ششی تھرور نے عہدہ سنبھالنے کے بعد کہا کہ وہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں مستقل رکنیت کے ہندوستان کے دعوے کو آگے بڑھائیں گے۔

● نئی دہلی۔ اقلیتی امور کے وزیر سلمان خورشید نے عہدہ سنبھالنے کے بعد کہا کہ وہ اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کے معاملات و مسائل کے حل میں جرأت مندی سے کام لیں گے اور ماضی کی کوتاہیوں کو دور کرنے کی کماحقہ کوشش کریں گے۔

● نئی دہلی۔ فروغ انسانی وسائل کے وزیر کپل سبل نے عہدہ سنبھالنے کے بعد کہا کہ نیشنل نالج کمیشن کی ہر سفارش کو ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔

● نئی دہلی۔ وزارت خارجہ نے ایک بیان میں اس بات پر افسوس ظاہر کیا کہ تنظیم اسلامی کانفرنس نے شام میں منعقدہ اپنے اجلاس میں ممبئی حملے کو محض ایک واقعہ قرار دیا۔ بیان میں کہا گیا کہ تنظیم کو ہندوستان کے داخلی امور میں بولنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

● چنئی۔ تمل ناڈو کے وزیر اعلیٰ ایم کرونا ندھی نے اپنے بیٹے ایم کے اسٹالن کو ریاست کا نائب وزیر اعلیٰ بنایا ہے۔

● شملہ۔ سابق مرکزی وزیر سکھ رام نے بڑھاپے کی وجہ سے سرگرم سیاست سے الگ ہونے کا اعلان کردیا۔

● نئی دہلی۔ وزیر اعظم منموہن سنگھ نے دوبارہ وزیر مالیات پرنب مکھرجی کو لوک سبھا میں لیڈر بنایا۔

● نئی دہلی۔ ملک کی تاریخ میں پہلی بار فی کس آمدنی تین ہزار روپے سے زیادہ ہوگئی۔

● جہانگیر پور۔ مرکزی وزیر مالیات پرنب مکھرجی نے کہا کہ مرکز کی نئی حکومت اقلیتوں کی بہبود کیلئے سچر کمیٹی کی سفارشات کو پوری طرح نافذ کرنے کی کوشش کرے گی۔

● نئی دہلی۔ سابق قومی جمہوری اتحاد سرکار میں سابق وزیر اعظم اٹل بہاری باجپئی کے چیف سکریٹری اور قومی سلامتی مشیر برجیش مشرا نے کہا کہ بی جے پی کو سخت ہندتو کے اپنے ایجنڈے کو بدلنا ہوگا کیونکہ ملک کے ہندو اسے پسند نہیں کرتے۔ پہلی بھیت میں جو ہوا وہ سخت ہندتو تھا اور بی جے پی نے اس کی حمایت کی۔ اسے اس سے ہونے والے نقصان کو سمجھنا ہوگا۔ کانگریس یا یو پی اے کو صرف مسلمانوں نے ووٹ نہیں دیا ہے۔

● نئی دہلی۔ نئے وزیر قانون ویرپا موئلی نے کہا کہ قانون کی نظر میں سبھی شہری برابر ہیں لیکن اس برابری کو عملی طور پر ثابت کرنے کی ضرورت ہے۔

● نئی دہلی۔ کانگریس کے جنرل سکریٹری راہل گاندھی نے یہاں نامہ نگاروں سے کہا کہ اگر ضرورت پڑی تو اترپردیش کے وزیر اعلیٰ کے طور پر خود کو آگے رکھ کر وہاں کانگریس کو اقتدار میں واپس لاؤں گا۔

● نئی دہلی۔ مغربی بنگال کے اولبیریا سے منتخب ترنمول کانگریس کے ممبر پارلیمنٹ سلطان احمد نے وزارت کا حلف اللہ کے نام پر لیا۔

● ممبئی۔ ممبئی حملے میں مارے گئے آئی پی ایس افسر اشوک کامٹے کی بیوہ ونیتا کامٹے نے ممبئی حملے میں پولیس کے رول کی جانچ کرنے والی دورکنی رام پردھان کمیٹی کی رپورٹ پر سوالیہ نشان لگاتے ہوئے کہا ہے کہ حملے کے دوران اعلیٰ افسران سے نہایت فاش غلطیاں ہوئیں جن پر رپورٹ میں بڑی آسانی سے لیپا پوتی کردی گئی اور سبھی کو کلین چٹ دیدی گئی۔

● لکھنؤ۔ حکومت یوپی نے من مانے طریقے سے زیادہ فیس لینے والے تعلیمی اداروں کی منظوری ختم کرنے کی وارننگ دی ہے۔

● ممبئی۔ وہ پولیس افسر انسپکٹر ساونت جس نے ممبئی حملوں کے کلیدی ملزم اجمل قصاب کے خلاف ایف آئی آر درج کی تھی خصوصی عدالت میں گواہی دی اور اجمل قصاب سمیت گرفتاری کے وقت ضبط شدہ اسلحہ اور دیگر اشیاء کی شناخت کی۔

بین الاقوامی

● تہران۔ جنوب مشرقی ایرانی شہر زاہدان میں شیعوں کی مسجد میں ہوئے بم دھماکہ میں تیس افراد ہلاک اور ساٹھ زخمی ہوگئے۔

● واشنگٹن۔ امریکی صدر بارک حسین اوباما نے فلسطینی صدر محمود عباس سے ملاقات کے دوران کہا کہ ۲۰۰۳ء کے مغربی ایشیا روڈ میپ کے تحت اسرائیل پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان میں بستیوں کی تعمیر روکنا اور فلسطینی مملکت کی راہ ہموار کرنا بھی شامل ہے۔

● یروشلم۔ اسرائیلی پولیس نے مشرقی یروشلم میں ایک فلسطینی تھیٹر کو جہاں غیر ملکی ادیب و شعراء ایک بین الاقوامی ادبی کانفرنس میں شرکت کی غرض سے جمع ہوئے تھے، بند کردیا جس کی وجہ سے انہیں کسی دوسری جگہ منتقل ہونا پڑا۔

● لندن۔ جنیوا کی گلوبل ہیومنٹرین فورم کی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ دنیا بھر میں آب وہوا کی تبدیلی سے ہونے والے امراض، قدرتی آفات اور بھوک سے ہر سال تین لاکھ سے زائد افراد موت کا شکار ہوجاتے ہیں اور ۲۰۳۰ء تک یہ تعداد ۵ لاکھ تک پہنچ سکتی ہے۔

● کابل۔ امریکی فوج نے کہا ہے کہ امریکی اور افغان گشتی دستوں نے مشرقی افغانستان کے زابل میں ایک تصادم میں ۳۵ جنگجوؤں کو ہلاک اور تیرہ کو زخمی کردیا۔

● نیویارک۔ اقوام متحدہ کا کہنا ہے کہ شہریوں کی زندگی بچانے کے لئے پانچ سو ملین ڈالر کی امداد کی اپیل کے باوجود اب تک عالمی برادری نے محض ۲۱ فیصد فنڈ مہیا کئے ہیں جو مطلوبہ ہنگامی رقم سے بہت کم ہے۔

● نیویارک۔ بین الاقوامی لیبر آرگنائزیشن نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ ۲۰۰۷ء سے ۲۰۰۹ء کے دوران دنیا بھر میں ۲۱ کروڑ سے ۹ء ۲۳ کروڑ لوگ بیروزگار ہوجائیں گے۔

● لندن۔ ٹائمز اخبار کی ایک تحقیقاتی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ایل ٹی ٹی ای کے چھاپہ ماروں کو ختم کرنے کے لئے سری لنکائی فوج کے آخری مشن میں بیس ہزار سے زیادہ عام شہری مارے گئے۔ ان میں سے زیادہ تر کی موت سرکاری فوج کی گولہ باری سے ہوئی۔

● کولمبو۔ 'ڈی ویک' کو دیئے گئے ایک انٹرویو میں سری لنکا کے صدر مہندرا راج پکسے نے کہا ہے کہ ایل ٹی ٹی ای کو کچل کر ایک طرح سے انھوں نے ہندوستان کے لئے لڑائی لڑی ہے اور جیتی ہے۔

● پیانگ آنگ۔ شمالی کوریا نے مشرقی ساحل پر کم رینج کے ایک میزائل کا تجربہ کیا۔

● خرطوم۔ سوڈان کے فوروونن علاقے میں قبائلی لڑائی میں ۲۴۴ افراد کی موت ہوگئی۔

● پشاور۔ لاہور کے بعد پشاور شہر میں ہوئے دو دھماکوں میں کم از کم گیارہ افراد ہلاک اور سو سے زائد زخمی ہوگئے۔

● واشنگٹن۔ امریکی صدر بارک حسین اوباما نے ہندوستان، سری لنکا، جاپان، برطانیہ، فرانس اور ڈنمارک سمیت کئی ممالک کے لئے نئے سفیر مقرر کئے ہیں۔

● کینبرا۔ آسٹریلیا میں سوائن فلو کے مریضوں کی تعداد بڑھ کر ۱۰۳ تک پہنچ گئی۔

● واشنگٹن: انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل نے غربت کے خاتمے کے لئے مہم کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ اب ان غریبوں کی مدد کا وقت آگیا ہے جن کے حقوق غربت کی وجہ سے پامال ہورہے ہیں۔

● سیول: جنوبی کوریا کی تینوں مسلح افواج کے جوائنٹ چیف نے کہا ہے کہ شمالی کوریا کی طرف سے حملے کی دھمکی کے پیش نظر ملک میں موجود ۲۸ ہزار امریکی فوجیوں کی مشترکہ کمان میں چوکسی کی سطح میں اضافہ کردیا ہے۔

● اسلام آباد۔ پاکستان کے جوہری سائنسداں ڈاکٹر عبدالقدیر خاں نے ایک ٹی وی انٹرویو میں کہا ہے کہ جوہری بم بنانے والا پاکستان اپنے اثاثے کی حفاظت کرنا بھی جانتا ہے اور کوئی بھی بیرونی قوت ان تک نہیں پہنچ سکتی۔

ماحول کی آلودگی، اکیسویں صدی کا ایک سنگین مسئلہ

عارف عزیز (بھوپال)

ماحولیات کے تئیں بیداری لانے کی تنبیہ کا مقصد عوام کو یہ آگاہی دینا ہے کہ غذا، کپڑا، رہائش، تعلیم، ملازمت اور صحت جیسے مسائل ہی آبادی میں اضافہ کا نتیجہ نہیں بلکہ ماحول کی آلودگی بھی اس کا ایک سبب ہے۔ ماحول صاف اور بہتر بنانے کی طرف توجہ نہیں دی گئی تو وہ وقت بھی آسکتا ہے جب خود انسان کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔ اس سلسلے میں عالمی، قومی اور ریاستی پیمانے پر جو کوششیں ہورہی ہیں وہ نہ ہونے کے برابر ہیں کیونکہ ان کوششوں کے باوجود آلودگی بڑھ رہی ہے اور ماحول تیزی سے خراب ہوکر انسانی صحت کے لئے خطرہ بن گیا ہے، جس کے متعدد اسباب ہیں۔ مثلاً شہری اور دیہی علاقوں میں آبادیاں بسانے کے لئے درختوں کی بیدردی سے قطع وبرید، اس کی وجہ سے زمین پر جنگلوں کی کمی ہوگئی ہے اور یہ کمی تیزی سے بڑھتی جارہی ہے۔

اسی طرح لکڑی کا استعمال بڑھنے لگا ہے جس سے عمارتیں اور فرنیچر بنانے کے ساتھ ساتھ اسے بطور ایندھن استعمال کرنے سے اور خود انسان کی بنائی ہوئی موٹر گاڑیوں اور مختلف قسم کے کارخانوں کے دھوئیں سے فضا کی آلودگی میں اضافہ ہورہا ہے کیونکہ آج کل جو گاڑیاں نقل وحمل کے مختلف کاموں میں استعمال ہورہی ہیں وہ سب پٹرول یا ڈیزل سے چلتی ہیں او رتیزی سے منزل کی طرف جاتی ہوئی ایندھن کے بخارات کے بادل چھوڑ کر فضا کو کثیف بنادیتی ہیں، پٹرول کے جلنے سے بننے والے مرکبات انتہائی زہریلے ہوتے ہیں، جو صرف انسانوں اور جانوروں کی صحت ہی نہیں بگاڑتے بلکہ ہوا، پانی یہاں تک کہ زمین کو بھی نقصان پہنچاتے ہیں، یہی حال جراثیم کش ادویات کا بھی ہے جو ہر وقت ہوا میں شامل ہوتی رہتی ہیں اور ان سب کے نتائج امراض قلب خاص طور پر پھیپھڑوں کے کینسر کی صورت میں دنیا کے سامنے آرہے ہیں۔ ہمارے ملک کی ساٹھ فیصد آبادی دیہات میں رہتی ہے جہاں اسے ہوا تو قدرے صاف میسر آجاتی ہے مگر پانی صاف نہیں ملتا، یہ بھی انسانی صحت کی بربادی کا باعث بن رہا ہے۔ خاص طور پر پانی میں جب صنعتی فضلہ شامل ہوجائے تو مزید خطرناک ہوجاتا ہے جس کا کسی حد تک اندازہ بڑے بڑے دریاؤں کی مچھلیوں کے مرنے سے ہوتا ہے، ممبئی کا چمبور علاقہ کبھی اپنے سرسبز وشاداب ماحول کے لئے مشہور تھا لیکن اس کا ماحول تیل کے کارخانوں، کیمیائی کھاد کے پلانٹ اور دیگر صنعتوں کے قیام سے فضا اس قدر آلودہ ہوگیا ہے کہ وہاں کے شہری اکثر دمہ کے مرض میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق بھوپال کے بڑے تالاب کا پانی انسانوں کے پینے کے قابل نہیں مگر پانی کا متبادل انتظام نہ ہونے کی وجہ سے لوگ یہی پانی پینے پر مجبور ہیں، آج سے پچیس سال پہلے بھوپال میں یونین کاربائیڈ جراثیم کش ادویہ کے کارخانہ سے زہریلی گیس خارج ہونے کے باعث جو گیس المیہ ہوا تھا اس کے اثرات بھی یہاں کے لوگ آج تک بھگت رہے ہیں جو ڈاکٹروں کی رپورٹ کے مطابق نسلوں تک جاری رہیں گے۔ فضائی کثافت اور آبی آلودگی کے علاوہ شور وغل بھی انسان کے لئے ایک سنگین مسئلہ بن گیا ہے۔ اس کے سبب انسانوں میں بہرا پن بڑھ رہا ہے اور دوران حمل بچے ضائع ہونے کی شرح میں اضافہ ہوگیا ہے۔ ماہرین کے مطابق اگر آئندہ شور وغل کم کرنے کے اقدامات نہیں کئے گئے تو ایک دہائی کے بعد شہروں کی نصف آبادی قوت سماعت سے محروم یا ہائی بلڈ پریشر میں مبتلا ہوجائے گی۔ اس کی مزاجی کیفیت میں بے چینی اور ناآسودگی بھی برابر بڑھتی جارہی ہے۔ مذکورہ تینوں آلودگیوں کا مقابلہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ ذمہ دار ادارے خطرات سے واقف ہوں اور سب میں یہ شعور پیدا کیا جائے کہ اگر آج ہم نے ماحول کے تئیں اپنی ذمہ داری کو پورا نہیں کیا تو کل مسموم ماحول خود ہماری ہلاکت کا موجب بن جائے گا۔

نتیجہ امتحان سالانہ جامعۃ الصالحات، رامپور ۲۰۰۹ء

درجہ فضیلت

فرسٹ ڈویژن

شاذیہ نسرین	محمد الیاس (اول)	حیا فاروق	فاروق خان	شبانہ پروین	اشرف علی
عامرہ ممتاز	ممتاز حسین (دوم)	حرا کلب علی	کلب علی	شاداب بی	کلیم الدین
نصرت خالق	عبدالخالق میر (سوم)	ادریس النساء	امیر حسین	شائستہ احمد	محمد احمد
عابدہ خانم	شفیق احمد	ارم ناز	تشہیر حسین	شائستہ کوثر	ابرار احمد
عائشہ خاتون	نیاز احمد	کیفی خانم	شکیل احمد	شمع پروین	غلام حسین
افروزہ ہاشمی	محمد حنیف	کوثر فاطمہ	پرویز اختر شمسی	شاذیہ کوثر	اختر حسین خان
عائشہ نعیم	نعیم احمد خاں	نسرین فاطمہ	محمد مشفق	شیخ نبیلہ زاہد	شیخ زاہد احمد
عائشہ زریں	ملک برکت اللہ	نوشین رفعت	رفعت اللہ خان	سمیہ احمد میر	غلام احمد میر
انصاری قاضیہ	انصاری غیاث الدین	رانی مشاہد	مشاہد احمد	صوفیہ حسین	شاہد حسین
عرشی افضال	افضال علی	صفیہ تسنیم	محمد عبدالحئی	سیدہ اسماء آغا	سید منصور احمد آغا
آصفہ خانم	عارف خاں	صائمہ ابوشحمہ	شیخ ابوشحمہ	ترنم بی	افتخار حسین
اسماء عمر	محمد عمر	صائمہ خانم	فضل الرحمن	طوبیٰ کوثر	تابش مہدی
بشریٰ رحمن	عاشق علی	سکینہ بانو	غلام نبی بٹ	یو۔ سمیہ	ایس محمد عمر
فرح چودھری	خالد چودھری	ثمر جہاں	محمد لطیف	ام ایمن	غلام جیلانی
فریدہ محمود	محمود الحسن	سامعہ خاں	محمد اعظم خان	ام کلثوم	غلام جیلانی
فاطمہ زہرا	شبیر علی خان	ثمرین تبسم	جبرئیل امین صدیقی	یاسمین رفیق	رفیق احمد
فوقیہ قدوسی	امیر دولہ	سعودہ بانو	دلشاد الٰہی	زاہدہ غفار	عبدالغفار

سیکنڈ ڈویژن

		ممتاز جہاں	عبدالنبی	شبانہ صغیر	صغیر احمد
حفصہ خانم	جنید محمد خان	ناظمہ حمید	عبدالحمید لون	شفق بدر	بدر الدین
ہمایاسمین	غفار خان	رضیہ سلطانہ	سلیم احمد قاسمی	تسنیم کوثر	محمد انیس الرحمن
مہ جبین	رفیق احمد	ساجدہ بی	پرویز علی	طیبہ نور	حامد خان
میمونہ نگار	محمد یونس قاسمی	سیمابی	محمد رفیق	پروین اشرف	محمد اشرف (ضمنی)

درجہ عالمیت

فرسٹ ڈویژن

		شبنم آرا	سراج الدین (مرحوم)	ندرت شفیق	محمد شفیع ہرہ
		ضوفشاں عثمانی	نسیم عثمانی	زاہدہ بانو	محمد سلطان ملک
مریم جمیلہ	عبدالوحید (اول)	فرح ناز	محمد عمر	ثناء ناز	خلیل احمد
شائستہ کمال	کمال الدین (دوم)	فوزیہ رئیس	محمد رئیس خاں	رضوانہ پروین	صاحبزادہ علی احمد صدیقی
عائشہ خانم	محمد عارف (سوم)	رقیہ ترنم	عبیداللہ صدیقی مرحوم	شاہینہ خاتون	افتخار احمد
کہکشاں انجم	قمر غالب	حسین جہاں	واحد حسین	اقرا ناز	سید نوید میاں
ہدیٰ کاظمی	ڈاکٹر قمر الزماں کاظمی	سمیہ سلیم پٹی والا	محمد سلیم پٹی والا	شگفتہ نبی	غلام نبی ملہ
آمنہ بی	نبی حسن	تہمینہ نبی	غلام نبی میر	تبسم جہاں	محمد اسلام
بے بی ریشمہ رانی	عبدالجبار	تحسین بانو	نسیم احمد خان	رحیمہ رحمن	عباد الرحمن
ثمینہ خانم	ولی اختر	اسماء ملک	عبدالرزاق ملک	صنوبر عارف	شیخ محمد عارف
اریبہ رحمن	عزیز الرحمن	چمن ناصر	ناصر حسین	آمنہ عمر	سلیمان محمد عمر
سدریٰ انعم	محمد شعیب شمسی	منور سلطانہ	عثمان علی	**سیکنڈ ڈویژن**	
ترنم پاشا	افسر علی	شائستہ انور	علی انور	راحبہ خانم	عبدالسلام (حاجی)
مزملہ خاتون	محمد عمر سلفی	تصنیف عزیز	عزیز خان	صبیحہ پروین	امیر احمد
نسواں بی	عتیق احمد	راشدہ اختر	نظر الاسلام	ثنا خان	حبیب الرحمن
کنیز فاطمہ	قدرت اللہ (مرحوم)	نرگس بی	ماجد علی خان	نازیہ پروین	محمد اسلم خان
تہذیب فاطمہ	لئیق احمد	حمدیٰ خان	رستم خان	صفیہ ملک	ذاکر ملک
حسنیٰ بی	افضال احمد	ثریا ترنم	عبیداللہ صدیقی مرحوم	ثمرین فاطمہ	دلشاد احمد
انصاری شاذیہ	انصاری غیاث الدین	روبینہ جلال	محمد جلال الدین	شاذیہ پروین	انعام الحق
رضوانہ شفیع	شفیع احمد	صائمہ ملک	شاکر ملک (حاجی)	صائمہ خوشبو	محمد یاسین
حبیبہ	محمد شفیع مدنی	شہناز بی	عبدالنبی	تسنیم احمد	مشتاق احمد
راضیہ خاتون	عبدالرحمن	شمع پروین	اسرار احمد	عائشہ رئیس	رئیس احمد
صبیحہ	مرتضیٰ علی	شائلہ ارم	نوشاد علی	شافعہ مجید	عبدالمجید لون
آفرین وسیم	وسیم احمد	نازش احمد	محمد احمد	راشدہ بی	اقبال احمد
ناہیدہ نصر	ابونصر	صائمہ	تصدق حسین	سکینہ اختر	عبدالحمید میر
نازیہ آرا	محمد قربان	رقیہ سلطان	محمد سلطان بٹ	تمنا پروین	حامد حسین (الحاج)
اقصیٰ جبیں	تصدیق النبی	نازیہ فاطمہ	ابرار احمد	رابعہ رشید	عبدالرشید
راحیلہ جمال	ڈاکٹر عبدالجبار	یاسمین بی	صغیر احمد	صبا سلطان	سلطان احمد عثمانی
آفرین فاطمہ	عبدالرب	مریم فاطمہ	عبدالجبار	شائلہ ناصر	ناصر ریحان خان
مہرین	عطاء الرحمن	نکہت پروین	دلشاد احمد	سدرہ شکیل	شکیل احمد
ناصحہ سنم	مہذب الدین خان	تبسم انور	جاوید انور	حنا بی	سعید احمد
زین العابدہ	شہزاد علی	راحلہ پروین	عبدالسلام	رفیعہ رشید	عبدالرشید ملہ
نازیہ خان	محمد رؤف خان	معین فاطمہ	اشتیاق احمد	**ضمنی**	
نوشین اسلم	محمد اسلم	فریحہ افروز	محمد عارف		
شاہ بانو	شیخ محمد ہارون	درخشاں خانم	محمد اسلم خان	عائشہ بی	اظہر خان
زلفی حبیب	حسیب احمد	فاطمہ پروین	نبی احمد	عائشہ زاہد	زاہد حسن
صفورا نور	نور السعید	روحی شکیل	شکیل احمد خان	بشریٰ پروین	الطاف حسین
سنبل خانم	نسیم احمد خاں ندوی	دیبا اسلم	ضیاء الاسلام	بشریٰ رحمن	محمد ہارون
سیدہ فاطمہ آغا	سید منصور احمد آغا	سلمیٰ بی	ماجد علی خان	فردوس پروین	امیر اللہ خان
شاہین	سراج احمد	فرحین مجیب	مجیب احمد	ممتاز جہاں	محمد یاسین
ماہ نگار	عطاء الرحمن	مہ جبین انصاری	محمد انور انصاری	صبا پرویز	پرویز عالم
مہر النساء	زاہد علی	نصرت چودھری	مشرف چودھری	شبانہ جمشید	جمشید احمد

رحمانی ۳۰ کا نتیجہ صد فیصد

پٹنہ۔ آئی آئی ٹی جے ای ای کے مقابلہ جاتی امتحان ۲۰۰۹ء کا نتیجہ اس بار رحمانی فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام رحمانی ۳۰ کوچنگ سنٹر کے لئے بے حد حوصلہ افزا رہا۔ کوچنگ میں داخل سبھی طلبا کامیاب ہوئے ہیں۔ واضح رہے کہ رحمانی فاؤنڈیشن نے مسلم طلباء کی تعلیمی رہنمائی کے لئے امسال سپر ۳۰ کی طرز پر رحمانی ۳۰ کوچنگ کی شروعات کی تھی جس میں دس طلباء کو داخل کیا گیا تھا۔ سابق اے ڈی جی پی ابھے آنند کی نگرانی میں اساتذہ کی ایک ٹیم نے مقابلہ جاتی امتحان کیلئے تیاری کرائی۔ کوچنگ کی صد فیصد کامیابی پر ۲۷ رمئی کی شام انجمن اسلامیہ ہال پٹنہ میں فاؤنڈیشن کی جانب سے کامیاب طلبہ اور اساتذہ کے اعزاز میں ایک پروگرام کا اہتمام کیا گیا۔ اس موقع پر کامیاب طلبہ شادمان انور محمد علی نشان مصطفیٰ، نقی امام، محمد اکرم صبا علیق احمد، شہباز حیدر، ثاقب مصطفیٰ، محمد ابصار عالم، محمد حسیب رضا، نازش عالم کو ان کی کامیابی پر اکیڈمی کے چیئرمین مولانا ولی رحمانی نے مبارکباد دی۔

ضعیف کے بھیس میں شاہ

عمان۔ اردن کے شاہ عبداللہ ثانی نے عام آدمی کے بھیس میں طبی خدمات کا جائزہ لیا۔ اردن کے سرکاری افسران کے مطابق شاہ عبداللہ ۲۷ رمئی کی صبح عمان میں واقع ہیلتھ منسٹری سنٹر میں لوگوں کی صف میں شامل ہوگئے۔ اپنی شناخت کو چھپانے کے لئے انھوں نے غریب بدو کا لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ ان کے ہاتھ میں چھڑی بھی تھی۔ شاہ اردن نے لوگوں کے درمیان رہ کر ان کو فراہم کی جانے والی طبی خدمات کا جائزہ لیا حالانکہ بعد میں بعض لوگوں نے انہیں پہچان لیا۔ ۴۷ سالہ شاہ عبداللہ اپنے والد شاہ حسین کے بعد ۱۹۹۹ء میں زمام حکومت سنبھالنے کے بعد متعدد بار کبھی ڈرائیور تو کبھی ضعیف کے بھیس میں لوگوں کے درمیان جا کر ان کے حالات اور انتظامیہ کی صورتحال کا جائزہ لے چکے ہیں۔

صدر اوباما انٹرنیٹ سیکورٹی کے رابطہ کار کا تقرر کرینگے

واشنگٹن۔ امریکی صدر بارک حسین اوباما نے کہا ہے کہ ملک کے کمپیوٹر نظام کو تحفظ فراہم کرنے کے کام میں حکومتی کوششوں کی نگرانی کی غرض سے سائبر سیکورٹی کے رابطہ کار کی تقرری عمل میں لائیں گے۔ جمعہ کے روز (۲۹ رمئی کو) وہائٹ ہاؤس میں مسٹر بارک حسین اوباما نے کہا کہ سائبر خطرات امریکہ کے لئے سنگین معاشی اور قومی سیکورٹی چیلنجوں کا باعث ہیں۔

انھوں نے گزشتہ سال ہونے والے ممبئی دہشت گرد حملوں کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ کس طرح سے نہ صرف ہتھیار بلکہ ڈیجیٹل ٹیکنالوجی، جس میں جی پی ایس اور فون (جس میں وائس اوور دی انٹرنیٹ) ٹیکنالوجی استعمال ہوئی، شامل ہے، انھوں نے کہا کہ آج کے دور میں دہشت گردی نہ صرف چند انتہا پسندوں کی طرف سے بلکہ کمپیوٹر کی چند 'کیز' (Keys) کی جنبش سے بھی ہوسکتی ہے۔ جسے انھوں نے Weapons of Mass Disruption قرار دیا۔

صدر نے کہا کہ ان خطروں سے نمٹنے کے لئے امریکہ اس حد تک تیار نہیں جتنا کہ اسے ہونا چاہئے۔ انھوں نے کہا کہ کمپیوٹر کا غلط استعمال کرنے والوں نے ملک کے بجلی کے نظام کا پتہ لگا لیا ہے اور ایک دوسرے معاملے میں ایک خطرناک سافٹ ویئر کو ملٹری نیٹ ورک میں داخل کرکے کئی ہزار کمپیوٹروں کو ناکارہ کردیا۔ انھوں نے کہا کہ امریکی دفاع اور فوجی نیٹ ورکس مستقل حملے کی زد میں ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ سائبر اسپیس ایک حقیقت ہے، اسی طرح سے اس کے ساتھ نمودار ہونے والے خطرات بھی ایک حقیقت ہیں۔ مسٹر اوباما نے کہا کہ ہیکرز نے صدارتی مہم کے دوران استعمال ہونے والے کمپیوٹر نظام کے اندر گھسنے کی کوشش کی تھی۔ صدارت کا عہدہ سنبھالنے کے فوری بعد مسٹر اوباما نے حکم صادر کیا کہ ساٹھ دن کے اندر اندر حکومت کی سائبر سیکورٹی کی قابلیت کا جائزہ پیش کیا جائے۔

امریکی صدر مسٹر بارک حسین اوباما نے یہ نہیں بتایا کہ وہ سائبر سیکورٹی رابطہ کار کا کب تک تقرر کردیں گے۔ نیویارک ٹائمز کا کہنا ہے کہ سائبر اسپیس کے لئے امریکی وزارت دفاع ایک نئی ملٹری کمان رائج کرنے والی ہے، جو کہ کمپیوٹر وارفیئر کے میدان میں حملے اور دفاع دونوں صلاحیتوں کی مالک ہوگی۔ اخبار 'وال اسٹریٹ جرنل' نے بتایا ہے کہ مبینہ چینی جاسوس انٹرنیٹ کا استعمال کرتے ہوئے کمپیوٹر نظام میں داخل ہوگئے تھے جہاں امریکہ کے تین سو ارب ڈالر کے جوائنٹ سٹرائیک فائٹر پروجیکٹ پر کام ہورہا تھا۔ یہ امریکہ کے مہنگے ترین ہتھیاروں کی تیاری کا منصوبہ ہے۔

معروف ادیبہ کملا ثریا کا انتقال

پونہ۔ انگریزی اور ملیالم کی معروف ادیبہ، مصنفہ اور شاعرہ کملا ثریا کا ۷۵ سال کی عمر میں ۳۱ رمارچ کی صبح یہاں کے ایک اسپتال میں انتقال ہوگیا۔ مرحومہ ایک عرصے سے سانس کے عارضہ میں مبتلا تھیں۔ ملیالم میں مختصر کہانیاں لکھنے کے لئے وہ خاصی معروف تھیں۔ انگریزی زبان میں بھی انھوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔ اس کے اعتراف میں انہیں متعدد قومی اور بین الاقوامی انعامات واعزازات سے نوازا گیا۔ مرحومہ نے بعض پیچیدہ مسائل کو بھی اپنا موضوع بنایا جس پر ایک حلقے کی طرف سے انہیں تنقید کا نشانہ بھی بنایا گیا۔ مرحومہ اس وقت بھی تنقید کا نشانہ بنیں جب ۱۹۹۹ء میں ۶۵ سال کی عمر میں انھوں نے اسلام قبول کرلیا اور اس کا برملا اظہار بھی کردیا، لیکن تنقید ومخالفت کے باوجود نہ صرف اپنے فیصلے پر قائم رہیں بلکہ اپنے فیصلے اور اسلام اور اسلام کی ان تعلیمات وقوانین کا دفاع بھی کیا جن کے سلسلے میں بالعموم غلط فہمیاں پیدا کی جاتی ہیں۔ مرحومہ نے قبول اسلام کے بعد کملا داس سے اپنا نام بدل کر کملا ثریا رکھا۔ کیرالہ کے ایک نائر خاندان میں پیدا ہوئیں کملا ثریا نے چند برس قبل پونے کو اپنا مسکن بنا لیا تھا جہاں وہ اپنی زندگی کے آخری ایام گوشہ تنہائی میں گزار رہی تھیں۔ مرحومہ کی مشہور انگریزی کتابیں ''سمر ان کولکاتا'' ''مائی اسٹوری'' ''دی ڈیسینڈنٹ'' وغیرہ اہم ہیں۔

جوہری اثاثوں کی حفاظت کے لئے فیصلہ

اسلام آباد۔ پاکستان کی سیاسی وعسکری قیادت نے ملک کے جوہری اثاثوں کی حفاظت کے لئے کسی بھی چیلنج سے بھرپور انداز سے نمٹنے کا فیصلہ کیا ہے اور انتظامیہ ہر سطح پر سرگرم انداز میں بدنیتی پر مبنی ہر مہم کا مقابلہ کرے گی۔ یہ فیصلہ معاملے کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد کیا گیا ہے اور یہ بات اس طویل بحث کے بعد سامنے آئی ہے کہ پاکستان کے جوہری اثاثوں کی حفاظت اس طرح سے کی جارہی ہے کہ سات اعلانیہ اور دو غیر اعلانیہ جوہری ریاستوں کے پاس بھی اپنے جوہری اثاثوں کا نظام نہیں ہے۔ انتہائی باخبر ذرائع نے بتایا ہے کہ جوہری اثاثوں کی حفاظت کی ضمانت کا معیار یہ ہے کہ جن فوجی یونٹس کا ان اثاثوں سے واسطہ نہیں ہے انہیں بھی ان کے بارے میں معلومات نہیں ہیں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ یہ کہنا بے وقوفی ہوگی کہ کسی بھی موقع پر انتہا پسند ان اثاثوں کے قریب پہنچ سکتے ہیں۔ اسٹریٹجک پلاننگ ڈویژن کے اجلاس کے بعد وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی نے ملک کے جوہری اثاثوں کی حفاظت کے حوالے سے سخت پالیسی کے ساتھ سامنے آئے جبکہ دوسری طرف پاک فوج کے ترجمان میجر جنرل اطہر عباس نے اس سے متعلق ایک امریکی بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ امریکہ کو چاہئے کہ وہ پاکستان کے جوہری اثاثوں کی فکر چھوڑ کر افغانستان میں اپنے گمشدہ ہتھیاروں کی فکر کرے۔ اس سے پہلے سی این این کو دیئے گئے ایک انٹرویو میں میجر جنرل اطہر عباس نے کہا تھا کہ طالبان کے ہتھیار افغانستان سے آرہے ہیں۔ واضح رہے کہ امریکی حکومت کی جانب سے گزشتہ ماہ جاری ہونے والی ایک رپورٹ میں خبردار کیا گیا تھا کہ پنٹاگون کے پاس ان دو لاکھ ۴۲ ہزار ہتھیاروں کا علم نہیں جو اس نے افغان آرمی کو دیئے ہیں اور ان ایک لاکھ ۳۵ ہزار ہتھیاروں کا بھی علم نہیں جو دوسرے ممالک نے افغانستان کو دیئے۔

ترکی میں اسلامی تحریک

تحریر: راغب السرجانی
ترجمہ: مسعود الرحمان خان ندوی

ترکی جیسے شدید سیکولر ملک میں حقیقی اسلامی بیداری کی بات شاید عجیب سی لگتی ہے، اس لئے کہ ترکی کا سیکولرزم خود یورپ کے سیکولرزم سے الگ ہے۔ اہل یورپ نے اپنی سیکولرزم میں صرف دین کو سیاست سے الگ کرنا چاہا، مگر ترکی کے سیکولروں نے صرف اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انھوں نے اپنے سیکولرزم کی تعمیر دین کے اصول وفروع اور جوہر ومظہر سب سے جنگ پر کی، یہ رجحان اتاترک کے زمانے سے اب تک جاری ہے۔ اور اس کی سب سے بڑی ذمہ داری ترکی فوج نے اپنے سر پر اٹھا رکھی ہے۔ ۱۹۲۴ء میں خلافت عثمانیہ کا خاتمہ بڑا خوفناک حادثہ تھا۔ اس وقت صرف ترکی ہی میں نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں بغیر استثناء سیکولروں اور قومیوں کی آواز کے علاوہ کوئی آواز سنائی نہیں پڑتی تھی۔ اس کے باوجود خلافت کا یہ خاتمہ مزاحمت کے بغیر نہیں ہوا، ظلم وقہر وجبر کے تاریک ترین شدید زمانوں میں بھی خلافت اسلام کے شاہکار اسلامی علمبردار ظاہر ہوتے رہے۔

ان میں شیخ سعید بیران کی تحریک بھی تھی جو اسلامی خلافت کی بحالی اور اتاترک اور اس کی جماعت کے جاری کردہ سیکولر قوانین کی مخالفت پر قائم ہوئی، مگر ظالم وجابر طاغیہ اتاترک نے اس تحریک کا سنگین ترین تشدد سے مقابلہ کیا اور ابتدائے ایام سے ریاست کے سیکولر کردار کی حفاظت کے لئے شیخ سعید بیران اور ان کے بہت سے مریدوں کو موت کی سزا دی اور باقی کو جلاوطن کردیا۔

شیخ سعید بیران نقشبندی صوفی تھے، اپنے زمانے کے حالات کو سمجھتے، امور سیاست کو جانتے اور ظالم طاغیوں سے کیسے مقابلہ کیا جاتا ہے کو خوب پہچانتے تھے، حق بات کہتے تھے، مسلح بغاوت کی قیادت کی، موت کی سزا کو بہادری سے گلے لگایا اور امت کے مسائل سے عزلت وکنارہ کشی اختیار نہیں کی! یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے کہ خلافت عثمانیہ کے عظیم سلاطین: محمد الفاتح، مراد ثانی، بایزید الصاعقہ، سلیم اول وغیرہ سب صوفی طریقوں کے متبعین میں سے تھے، ترکی میں صوفیت/تصوف اسلام کے مرادف لفظ تھا، اس سے بدعات ومنکرات نہیں بلکہ تزکیہ نفس، گناہوں سے تطہیر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع مقصود تھی۔

شیخ سعید بیران کے قتل سے تحریک اسلامی نہیں مری بلکہ انہی کے مریدین میں ایک اور ستارہ چمکا، وہ علامہ مجدد بدیع الزماں نورسی تھے، انھوں نے اتاترک کے پیش کردہ سیکولرزم کے اصولوں کو رد کرنے کا اعلان کیا، سزا کے طور پر اور فتہ شہر بدر ہوئے، ساری زندگی یعنی ۱۹۲۵ء سے ۱۹۶۰ء جلاوطنی میں گزاری، مگر اندرون ترکی ان کے رسائل وتالیفات کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا۔ ان کے الفاظ عقل وقلب میں اتر جاتے تھے اور شدید جبر وقہر کے باوجود ان کے متبعین اور عام مسلمانوں کو ثابت قدم رکھتے تھے۔

بڑے پیمانے پر سیکولرزم کے قدم جمانے کے لئے ۱۹۳۰ء میں اتاترک کی حکومت نے ائمہ وحفاظ کے مدارس کو بند کردیا جو خلافت کے زمانے سے ساری مملکت میں پھیلے ہوئے تھے، وہاں سے علوم شریعت کے ماہر علماء پیدا ہوتے تھے، لیکن مصطفیٰ کمال اتاترک کی ۱۹۳۸ء میں موت کے بعد از سر نو مدارس کو کھولنے کا مطالبہ شروع ہوا، خاص طور پر گاؤوں سے جواب بھی اپنی اسلامی اصل میراث کو اپنے سینوں سے لگائے ہوئے تھے، ۱۹۴۷ء میں واقعتاً وہ مدارس دوبارہ کھلے اور بعض معمولی اسلامی مظاہر کی حامل اسلامی جمعیتیں قائم ہوئیں جیسے جمعیۃ الاسلام اور جمعیۃ التطہیر وغیرہ۔

۱۹۵۰ء میں ترکی حکومت میں یہ اہم تبدیلی ہوئی کہ عدنان مندریس وزیر اعظم بنے اور ۱۹۶۰ء تک اس عہدے پر رہے، وہ اسلام پسند نہیں بلکہ وطن پرست رہنما تھے۔ ترکی کے مفاد کے لئے تمام عناصر سے کام چلانے کے امکان کا اظہار کرتے تھے۔ ان حالات میں اسلامی رجحان نسبتاً پروان چڑھا، مزید آزادیوں کا مطالبہ ہوا، خطیبوں اور اماموں کے مدارس کی تعداد بڑھی اور واضح طور پر علمائے دین کا کردار نمایاں ہوا۔ یہ تبدیلیاں ترکی فوج سے مخفی نہیں تھیں جو اپنے آپ کو سیکولرزم اور اتاترک ازم کا حامی ومحافظ سمجھتی ہے۔ چنانچہ اس نے ۱۹۶۰ء میں ایک خونیں انقلاب میں عدنان مندریس کو موت کی سزا دی گئی۔ صدر جلال بیار کو معزول کیا اور بڑھتے ہوئے اسلامی رجحانات کا انتہائی سختی سے مقابلہ کیا، جس سے ترکی میں اسلامی تحریک کو بڑا دھکا لگا خاص طور پر اس لئے بھی کہ اسی زمانے میں جلاوطنی کی حالات میں شیخ بدیع الزماں نورسی کی اورفتہ میں وفات ہوگئی۔ فوجیوں کے دل میں شیخ نورسی کے خلاف حقد وحسد کا اندازہ اس وحشیانہ حیوانیت بلکہ درندگی سے کیجئے کہ انھوں نے شیخ کی قبر پر حملہ کر کے ان کی لاش کو نکالا، بے حرمتی کی، پھر کیا کیا؟ کہاں دفن کیا یا کیا......؟ آج تک کسی کو اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم!

پروفیسر نجم الدین اربکان کے ظہور تک یہی تاریک ترین صورتحال جاری رہی جنھوں نے ۱۹۷۲ء میں "سلامت" پارٹی قائم کی، وہ "عادل نظام" قائم کرنے کی دعوت دیتے اور ترکی کے متشدد سیکولرزم کی برائیوں اور آفات کو نمایاں کرتے تھے۔ ان کی پہلی سلامت پارٹی وطنی اصلاحی جماعت تھی تاکہ اس کو ابتداء ہی میں ختم نہ کردیا جائے، پھر بھی ۱۹۸۰ء میں ترکی کے سیکولر نظام نے اس کو تحلیل کردیا تو نجم الدین اربکان نے ۱۹۸۳ء میں "رفاہ" نامی دوسری پارٹی تشکیل دی جس کے رجحانات واضح طور پر اسلامی تھے، اس نئی پارٹی میں طیب رجب اردوگان کا تیزی سے عروج ہوا، وہ ۱۹۸۵ء میں استنبول میں پارٹی کی شاخ کے صدر ہوئے جبکہ ان کی عمر صرف اکتیس برس تھی۔ رفاہ پارٹی کی شاخیں تیزی سے اس قدیم اسلامی ملک میں پھیل گئیں اور ترکی کے اہم ترین شہروں: استنبول وانقرہ پر اس پارٹی کا مکمل قبضہ ہوگیا۔ ۱۹۹۴ء میں اس پارٹی نے حیرت ناک طور پر میونسپل میٹروپولیٹن کونسل کے انتخابات میں بڑی کامیابی حاصل کی اور اس سے بڑھ کر طیب اردوگان استنبول میونسپلٹی کے صدر منتخب ہوئے، جس کی کارگزاری کی مدت چار برس (۱۹۹۴ء۔۱۹۹۸ء) میں انھوں نے بڑے شاندار کارنامے انجام دیئے: شہر کو تباہی وبربادی سے نکالا، اس کی مشکلات پانی وبجلی کی کمی کو دور کیا۔ اس کی گندگی کو دور کرکے اس کو سرسبز وشاداب باغ/ پارک، چمن میں بدل دیا اور اس کامیابی کا راز معلوم کرنے پر بتایا: "ہمارے پاس ایک ایسا ہتھیار ہے جس کو تم لوگ نہیں جانتے، وہ ایمان ہے! اور ہمارے پاس اسلامی اخلاق ہیں! اور ہمارے سامنے رسول انسانیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ/نمونہ ہے"۔

۱۹۹۵ء میں رفاہ پارٹی کو اس سے بڑی غیر معمولی کامیابی ملی جب اس نے ترکی کے پارلیمانی انتخابات میں ۵۵۰ سیٹوں میں سے ۱۵۸ پر کامیابی درج کرائی۔ لیکن صدر سلیمان ڈیمیریل نے رفاہ پارٹی کے خلاف سیکولر پارٹیوں کو اتحاد بنانے کی تلقین کرکے حکومت بنوائی، مگر اللہ عزوجل کی مرضی سے آخر یہ اتحاد ڈھیر ہوگیا اور ۱۹۹۶ء میں نجم الدین اربکان وزیر اعظم بنے، وہ خلافت عثمانی کے خاتمہ ۱۹۲۴ء سے اس وقت تک ترکی کے پہلے اسلام پسند وزیر اعظم تھے، ترکی فوج اور سیکولر حلقے میں کھلبلی مچ گئی، فوج کے بعض لیڈروں کو توقع تھی کہ نجم الدین اربکان یقیناً ناکام ہوں گے تو اسلامی ایجنڈا کی ناکامی کا منفی پیغام ترکی رائے عامہ کو ملے گا اس لئے نجم الدین اربکان کو اس عہدے پر کام کرنے دیا جائے مگر ان کی توقع کے برخلاف نجم الدین اربکان ایک برس میں ترکی کی ۳۸ ملین ڈالر قرض کو گھٹا کر پندرہ ملین ڈالر کی سطح پر لے آئے، مشکل ترین قدیم کردی مسئلہ حل کے قریب پہنچ گیا۔ عالمی سطح پر مضبوط سفارتی تعلقات قائم ہوئے۔ ترکی اقتصادیات نے ترقی کی طرف قدم بڑھائے جس سے پوری طرح ظاہر ہوگیا کہ اس کامیابی کا راز اسلام ہے۔

فوج کا پیمانۂ صبر لبریز ہوا اس کو خطرہ محسوس ہوا تو نجم الدین اربکان حکومت پر دباؤ بڑھانا شروع کیا۔ انقرہ واستنبول کی سڑکوں پر ٹینک اترے، نجم الدین اربکان کو استعفیٰ پر مجبور کیا گیا۔ ان کی دوسری پارٹی رفاہ بھی تحلیل کردی گئی۔ ان کو مملکت کے سیکولر کردار کی خلاف ورزی کے الزام میں فوجی عدالت کے سامنے پیش کیا گیا جہاں سے ان کے خلاف پانچ برس تک سیاسی سرگرمی پر پابندی عائد ہوئی۔ اسی وقت استنبول میونسپلٹی کے صدر طیب اردوگان کو فتنہ بھڑکانے کے الزام میں محاکمہ کے لئے پیش کیا گیا، فیصلے میں دلیل کے طور پر ایک تقریر میں بعض اشعار دہرانے کا ذکر تھا جن کا اسلامی مفہوم لیا جاسکتا ہے: "مسجدیں ہماری چھاؤنیاں ہیں، قبے ہمارے خود ہیں، اذان کے مینارے ہمارے نیزے ہیں اور مؤمنین ہمارے سپاہی ہیں"۔ اس الزام میں ان کو دس ماہ کی قید اور پانچ برس تک سیاسی سرگرمی پر پابندی کی سزا سنائی گئی۔

پھر ۲۰۰۰ء میں نجم الدین اربکان نے تیسری پارٹی "الفضیلۃ" نامی تشکیل دی، اس کے صدر رجائی قوطان تھے، طیب اردوگان اور موجودہ ترکی صدر عبداللہ گل بھی اس جماعت میں شامل ہوگئے مگر ۲۰۰۱ء میں ان دونوں نے اپنے اصلاحی منصوبے کی تنفیذ کیلئے "عدالت وتنمیۃ" نامی پارٹی تشکیل دی۔ عدالت وتنمیۃ پارٹی کو عوامی ترکی حلقوں میں بڑے وسیع پیمانے پر مقبولیت نصیب ہوئی، جس کے نتیجے میں ۲۰۰۲ء کے پارلیمانی انتخابات میں اس پارٹی کو ۵۵۰ میں سے ۳۶۸ سیٹوں پر کامیابی کے ذریعے مطلق اکثریت حاصل ہوگئی، چونکہ صدر جماعت طیب اردوگان پابندی کی مدت میں تھے اس لئے وزارت کی تشکیل عبداللہ گل کے سپرد ہوئی، پھر تھوڑے ہی دنوں میں پابندی کی مدت کے خاتمے پر طیب اردوگان نے وزیر اعظم کا عہدہ سنبھال لیا۔

۲۰۰۳ء میں نجم الدین اربکان پر عائد پابندی کی مدت ختم ہوئی تو انھوں نے چوتھی نئی پارٹی "سعادۃ" بنائی، لیکن سیکولر کے علمبردار ان کی تاک میں تھے، رفاہ پارٹی کے فنڈز میں ہیر پھیر کے الزام میں ان کو گرفتار کرلیا، ان کے خلاف دو برس قید کا فیصلہ ہوا جبکہ ان کی عمر ۷۷ برس سے آگے بڑھ چکی ہے۔ ۲۰۰۶ء کے انتخابات نمائندگان میں دوبارہ کامیاب ہوکر اردوگان نے اپنی عوامی مقبولیت ثابت کی، اس مرتبہ ان کو ۵۵۰ میں سے ۳۳۱ سیٹیں ملیں جس سے ثابت ہوا کہ ترکی عوام اسلام کے طلبگار اور معاشرے پر اس کی حکومت کی واپسی کے لئے کوشاں ہیں۔ ●●

بقیہ: حصول جنت کے آداب

تک پہنچنے کا ذریعہ میں خدا کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھتا ہوں۔ میں تجھ سے اس ذات کے واسطے سے ایک اونٹ کا طلبگار ہوں جس نے تجھ کو عمدہ رنگ اور یہ مال عنایت کیا ہے کہ اس اونٹ سے میں اپنے وطن بخوبی پہنچ جاؤں۔ کوڑھی نے جواب دیا کہ حقوق ہزاروں ہیں، فرشتے نے کہا میں تجھ کو شاید پہچانتا ہوں۔ کیا تو وہ شخص نہیں جو پہلے کوڑھی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو عمدہ رنگ اور اس کثرت سے مال عنایت کیا۔ اس نے کہا یہ مال تو میری پشتہا پشت سے ایسے ہی چلا آرہا ہے۔ فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹا ہو تو اللہ تعالیٰ تجھ کو ویسا ہی کردے جیسا تو پہلے تھا۔ وہاں سے گنجے کے پاس آیا۔ اس سے بھی اسی طرح سوال کیا اس نے کوڑھی کی طرح جواب دیا۔ فرشتے نے اس سے بھی کہا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے ویسا ہی کردے جیسا تو پہلے تھا۔ اس کے بعد اندھے کے پاس آیا اس سے بھی بیان کیا کہ میں غریب الوطن مسافر ہوں میرے سفر کے تمام ذرائع منقطع ہوگئے ہیں۔ اب سوائے خدا کے میرا وسیلہ کوئی نہیں۔ میں تجھ سے اسی ذات کا وسیلہ دے کر جس نے تیری بینائی دوبارہ تجھ کو عنایت فرمائی اور یہ مال و دولت تجھ کو عنایت کیا سوال کرتا ہوں ایک بکری مجھ کو عنایت کردے کہ اس کے ذریعے سے میں اپنے سفر میں کامیاب ہوسکوں۔ نابینا نے کہا بے شک میں پہلے نابینا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بینا کیا۔ پہلے محتاج اور فقیر تھا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو مال و دولت عطا فرمایا تجھے اختیار ہے جتنا چاہے لے لے میں تجھ کو ہرگز منع نہ کروں گا یہ سن کر فرشتے نے کہا تیرا مال تجھ کو مبارک ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ کو تم تینوں کی آزمائش کے واسطے روانہ کیا تھا۔ لہٰذا تیرے دونوں ہمراہیوں سے خدا ناراض ہے اور تجھ سے راضی ہے"۔ (بخاری)

آزمائش سنت الٰہیہ ہے۔ یہ ایک امتحان ہے۔ جو اس امتحان میں کامیاب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے جو آزمائش میں ناکام ہوتا ہے اس سے ناراض۔ یہ سلسلہ پہلی امتوں سے چلا آرہا ہے اور وہ اس امت کے مومنوں کی بھی آزمائش کرے گا۔ روایت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ظلم وستم کی شکایت کی جس کا نشانہ وہ کفار مکہ کے ہاتھوں بنے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے۔ آپؐ نے فرمایا یہ تشدد وایذا تو اہل ایمان کی تاریخ کا حصہ ہے۔ تم سے پہلے بعض مومنوں کا یہ حال ہوگیا کہ انہیں گڑھا کھود کر اس میں کھڑا کردیا گیا اور پھر ان کے سروں پر آراء چلا دیا گیا۔ جس سے ان کے جسم دو حصوں میں تقسیم ہوگئے۔ اسی طرح لوہے کی کنگھیاں ان کے گوشت پر ہڈیوں تک چلائی گئیں۔ لیکن یہ ایذائیں انہیں دین حق سے دل برداشتہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوئیں۔ اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ اہل ایمان کو جان ومال کی تکالیف اور دیگر آزمائشوں سے جانچا پرکھا جائے گا تاکہ کھرے کھوٹے کا، سچے جھوٹے کا اور مومن ومنافق کا پتہ چل جائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کو صرف اس دعوے پر کہ ہم ایمان لائے ہیں ہم انہیں بغیر آزمائے ہوئے ہی چھوڑ دیں گے۔ ان سے اگلوں کو بھی ہم نے خوب جانچا۔ یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں بھی جانچ لے گا جو سچ کہتے ہیں اور انہیں بھی معلوم کرلے گا جو جھوٹے ہیں۔ (عنکبوت: ۳۔۲)

اسلام کے ابتدائی دور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھی مختلف آزمائشوں سے گزرنا پڑا۔ حضرت عمارؓ، ان کی والدہ حضرت سمیہؓ اور والد حضرت یاسرؓ، حضرت صہیبؓ، حضرت بلالؓ ومقدادؓ وغیرہ پر اسلام کے ابتدائی دور میں جو ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے۔ وہ صفحات تاریخ میں محفوظ ہیں۔ جنگ خندق (احزاب) میں مسلمان چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغے میں گھر گئے۔ مسلمان سخت ہیجان، بے چینی اور اضطراب کے عالم میں مبتلا ہوئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: یہیں مومن آزمائے گئے اور پوری طرح سے جھنجھوڑ دیئے گئے"۔ (سورۃ الاحزاب: ۱۱) بالآخر اللہ تعالیٰ نے پردۂ غیب سے مسلمانوں کو مدد پہنچائی۔ آزمائشوں سے بہتر واحسن طریقے سے عہدہ برآ ہونے کے نکات صراحت کے ساتھ بیان فرما دیئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: "جس نے موت اور حیات کو اس لئے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے اور وہ غالب اور بخشنے والا ہے"۔ (ملک: ۲)

جس طرح امتحان کی تیاری کرنے والا کامیاب اور دوسرا ناکام ہوتا ہے۔ اسی طرح اہل ایمان وتقویٰ جنت کے حصول میں کامیاب ہوجائیں گے۔ کیونکہ اس کے لئے وہ دنیا میں نیک عمل کرکے تیاری کرتے رہے، گویا دنیا دارالعمل اور دارالامتحان ہے۔ جس نے اس حقیقت کو سمجھ لیا اور اس نے انجام سے بے خبر ہوکر زندگی نہیں گزاری وہ کامیاب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے یہ لوگ بہترین خلائق ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہمیشگی والی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور یہ اس سے راضی ہوئے۔ یہ ہے اس کیلئے جو اپنے پروردگار سے ڈرے"۔ (بینہ ۸۔۷) ●●

وردی کی روح

اختر امام عادل قاسمی
سمستی پور (بہار)

ایک دن صبح تقریباً آٹھ بجے میرے موبائل فون پر ایک کال آئی، یہ مقامی تھانہ کے شنکر پرساد صاحب کی تھی۔ رسمی خیر خیریت کے بعد انھوں نے کہا کہ مجھے آئے ہوئے ابھی صرف دو ماہ ہوئے ہیں اس دوران آپ کے سماجی کاموں کا چرچا سنا، آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ اگر آج ہی ملاقات ہوجائے تو بہتر ہے۔ بالآخر شام پانچ بجے ملاقات طے ہوگئی۔ مغرب کا وقت ہوگیا مگر تھانیدار صاحب تشریف نہیں لائے۔ بعد نماز مغرب گھر جانے کے لئے مدرسہ کے جماعت خانہ سے باہر نکلا ہی تھا کہ تھانے کی گاڑی مدرسہ کے گیٹ پر نظر آئی۔ تھانیدار صاحب سول ڈریس میں تھے اور اکیلے تھے۔ کوئی سپاہی ساتھ میں نہیں تھا۔ میں نے ان کا استقبال کیا۔ انتہائی خوبصورت ماحول میں گفتگو کا آغاز ہوا۔ وہ اپنی گفتگو سے ہرگز نہیں معلوم ہوتے تھے کہ وہ کوئی تھانیدار ہیں، وہ اپنی فطرت کے لباس میں نظر آتے تھے۔ انھوں نے کہا میں آپ سے تھانیدار کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک عام آدمی کی طرح ملنے کے لئے آیا ہوں۔ میں آپ کی سماجی خدمات کی قدر کرتا ہوں اور خود میں بھی یہی جذبات رکھتا ہوں اور جب کبھی ایسا موقع آتا ہے۔ اپنی حیثیت کے مطابق حصہ لیتا ہوں، اس سلسلے کے بعض واقعات بھی انھوں نے سنائے اور اخبارات کے کچھ تراشے بھی دکھائے، جس میں ان کے بعض کاموں کی رپورٹیں شائع کی گئی تھیں۔ وہ بہت دیر تک اپنے احساسات و جذبات بیان کرتے رہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ ایک صحیح دل ودماغ جس قدر بلند انسانی قدروں سے متاثر ہوتا ہے اتنا کسی اور چیز سے نہیں ہوتا۔ اس موقع پر فخر روزگار مثالی خاتون ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ بات یاد آئی جو انھوں نے اپنے بے مثال اور یکتائے روزگار شوہر سید الکونین، امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہی تھیں کہ "خدا آپ کو کبھی غمگین نہیں کرے گا اس لئے کہ آپ سچ بولتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مجبوروں اور محتاجوں کی امداد کرتے ہیں، مصیبت میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔ اپنے پرایوں کا غم کھاتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں، یتیموں اور بیواؤں کی سرپرستی کرتے ہیں۔ مسافروں اور راہ گیروں کی خبر گیری کرتے ہیں"۔ ((مشکوٰۃ: صفحہ ۵۱۴))

انبیائے کرام علیہ السلام اور انسانیت کے اخلاقی قائدین کی زندگیوں کا مطالعہ کیا جائے تو نظر آئے گا کہ ان کے کام کا آغاز ہی عموماً خدمت خلق اور عام اخلاقی ہدایات سے ہوتا ہے، بعثت اور باقاعدہ ذمہ داری آنے سے قبل بھی ان کی زندگیاں عام لوگوں سے ممتاز نظر آتی ہیں، وہ پہلے بھی اپنے لئے نہیں بلکہ عام انسانوں کے لئے کام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھئے وہ مصر میں دو شخصوں کے جھگڑوں کو دور کرتے نظر آتے ہیں، یمن کے مضافات میں دو پردہ نشیں خواتین کے لئے ایک کنویں پر پانی بھرتے نظر آتے ہیں، حضرت صالح علیہ السلام کے حالات پر نظر ڈالئے کہ انھوں نے قومی اور سماجی خدمات کی بنا پر اس قدر مقبولیت حاصل کرلی تھی کہ جب انھوں نے دین کی دعوت کا کام شروع کیا تو لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی، وہ تو آپ کی سوشل خدمات کی بنا پر امید کئے بیٹھے تھے کہ آگے چل کر یہ ہمارے بڑے لیڈر ہوں گے وغیرہ...... قرآن کریم نے صرف ایک بلیغ جملے میں اس پورے پس منظر کو بیان کردیا ہے:

ترجمہ: "لوگوں نے کہا، اے صالح! اس سے قبل تو آپ سے ہمیں بڑی امیدیں وابستہ تھیں"۔ (ہود۔ ۶۲)

امام الانبیاء کی زندگی تو ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے، پورا مکہ آپ کی دیانت وامانت اور فراست وبصیرت کا لوہا مانتا تھا، آپ ﷺ کو صادق وامین کا خطاب دیا گیا تھا۔ خانہ کعبہ میں حجر اسود کی تنصیب کا مسئلہ کافی حساس نوعیت کا تھا اور ذرا سی بے احتیاطی سنگین قبائلی جنگ کا سبب بن سکتی تھی۔ اس اہم ترین مسئلے کو آپ ﷺ نے جس حکمت وبصیرت کے ساتھ حل کیا وہ کسی اولوالعزم پیغمبر سے ہی ممکن تھا۔ علاوہ ازیں بعثت سے قبل آپؐ نے کئی قبائلی معاہدات امن میں شرکت فرمائی جن میں بعض کا تذکرہ آپؐ بعثت کے بعد بھی فرماتے تھے۔ اسی لئے اعلان نبوت کے بعد آپ نے پہلی دلیل کے طور پر اپنی زندگی کو پیش فرمایا:

"ترجمہ: "میں نے تمہارے درمیان اس سے قبل ایک عمر گزاری ہے کیا تم عقل نہیں رکھتے؟"۔ (یونس: ۱۶)

شنکر پرساد صاحب نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ دراصل میرے ذہن میں ایک پروگرام ہے اور میں اس سلسلے میں آپ سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں اور جذبۂ خدمت کی یہی ہم آہنگی ہے جس کی وجہ سے میں اپنے کو آپ سے بہت قریب محسوس کرتا ہوں، میں اب پوری طرح ان کی طرف متوجہ تھا، انھوں نے اپنا پروگرام بتاتے ہوئے کہا کہ ملک میں جرائم کی شرح کافی بڑھ چکی ہے اور دن بدن اس میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔ انسداد جرائم کے تمام قوانین اور عملی تدابیر کے باوجود اس میں کوئی کمی نہیں آرہی ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ جرائم کا خاتمہ قانون کی طاقت سے نہیں بلکہ اخلاقی تعلیمات کے ذریعے کیا جاسکتا ہے۔

میں نے کہا جو بات آپ نے اپنے تجربات کی روشنی میں کہی ہے پیغمبروں اور مذہبی رہنماؤں نے بہت پہلے بتادی تھی، وہ تلوار اور ہتھیار لے کر نہیں بلکہ اخلاقی ہدایات لے کر آئے تھے۔ وہ حاکم کے روپ میں نہیں بلکہ مصلح وہادی بن کر آئے تھے۔ ان کا اعلان تھا کہ: "دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے"۔ (قرآن کریم) پیغمبر کوئی حاکم نہیں ہے، "منوانا ان کی ذمہ داری نہیں بلکہ ان کا کام صرف دعوت ہے"۔ (قرآن کریم) "ہدایت دینا نبی کا کام نہیں ہدایت صرف اللہ دیتے ہیں"۔ (قرآن کریم)

اگر ہدایت دینا رسول کے بس میں ہوتا تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کے مربی وسرپرست اور پرجوش حمایتی چچا ابوطالب ضرور ایمان لے آتے اور (حضرت) ابوسفیانؓ ہدایت قبول نہ کرتے جو ایک عرصے تک آپ کے مخالف رہے تھے، وغیرہ...... آج یہ مدارس اور خانقاہیں بھی اخلاقی ہدایات کے مراکز ہیں، ان کو ہتھیاروں سے کیا کام؟ یہاں جو لوگ کام کرتے ہیں وہ پیغمبروں کے وارث ہیں تو جب پیغمبر کا کام تلوار سے نہیں چلتا تو ان کے جانشینوں کا کام تلوار سے کیسے چلے گا؟

اپنے خیالات کی مجھ سے تائید سن کر بے حد خوش ہوا، اس نے کہا میں ایک اخلاقی اور فلاحی ادارہ قائم کرنا چاہتا ہوں اور اس ادارے کے توسط سے جرائم کے خاتمے کے لئے کام کرنا چاہتا ہوں، جرائم کا خاتمہ مجرمین پر تشدد کی کارروائیوں کے ذریعے نہیں بلکہ صرف ان کی اخلاقی اصلاحات کے ذریعے ممکن ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ جرائم کی دنیا میں جو لوگ کنگ یا ماسٹر مائنڈ کا درجہ رکھتے ہیں ان کی اصلاح تو شاید ممکن نہیں ہے اس لئے میں ان کو اپنا نشانہ نہیں بنانا چاہتا، لیکن وہ لڑکے جو عام طور پر بے روزگاری یا اور کسی مجبوری کی بنا پر ان جرائم پیشہ ماسٹروں کے چکر میں پھنس جاتے ہیں اور زیادہ تر جرائم بھی ان ہی کے ذریعے انجام

باقی صفحہ ۵ پر

بقیہ: انسانی معاشرے کو تباہی سے بچانے کی ضرورت

داغدار ہونے سے بچایا جاسکتا ہے۔

ملی تنظیمیں، ادارے، انجمنیں اور جماعتیں درج بالا امور کی طرف توجہ دیں تو معاشرہ کو پاکیزہ بنانے میں مدد مل سکتی ہے۔ لیکن جب تک ہر ہر فرد اس سلسلے میں فکرمند نہ ہو اور اپنے کردار پر توجہ نہ دے سماج میں کسی قسم کی تبدیلی کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے فرد کو اپنا خاص مخاطب بنایا اور مرد وعورت دونوں کو خاص ہدایات سے نوازا ہے۔ عورتوں کو ہدایات دی گئیں: "اور (اے نبیؐ) مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود بخود ظاہر ہوجائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں اور اپنا بناؤ سنگھار ظاہر نہ کریں"۔ (النور)

"اے نبی ﷺ! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں"۔ (احزاب)

"اگر تم اللہ جل شانہ سے ڈرنے والی ہو تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی میں مبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے بلکہ صاف سیدھی بات کرو، اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور سابق دور جاہلیت کی سج دھج نہ دکھاتی پھرو"۔ (احزاب)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید وضاحت کے ساتھ فرمایا: "جو عورتیں لباس پہن کر بھی عریاں رہتی ہیں خود بھی حق سے ہٹی ہوئی ہیں اور (خاوند ودوسروں کو بھی) حق سے ہٹاتی ہیں (یا خود دوسروں پر مائل ہوتی ہیں اور اپنے ناز وادا سے دوسروں کو مائل کرتی ہیں) وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور اس کی خوشبو بھی نہیں پائیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو پانچ سو برس کی مسافت سے آتی ہے"۔ (موطا)

مردوں کو حکم دیا گیا: "اپنی نگاہ کو روکو اور شرمگاہ کی پوری حفاظت کرو ورنہ اللہ جل شانہ تمہاری صورتیں بگاڑ دے گا"۔ (طبرانی)

"جس نے زیادتی کی، شراب پی یا چوری کی اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال دی"۔ (نسائی) "جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ کسی اجنبی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ جمع ہو جبکہ اس عورت کے ساتھ اس کا محرم نہ ہو"۔ (طبرانی)

اسلام نے محض مرد وعورت کو مندرجہ بالا احکام دے کر خاموشی نہیں اختیار کی بلکہ ان ہدایات پر عدم عمل آوری کے نتائج سے بھی باخبر کردیا: "میں نے معراج کی شب دیکھا کہ کچھ لوگوں کی کھال قینچیوں سے کاٹی جارہی ہے، میں جبریل علیہ السلام سے پوچھا تو بتلایا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو غلط کام کے لئے بناؤ سنگھار کرتی تھیں"۔ (بیہقی)

"جس قوم میں بے راہ روی پھیل جاتی ہے اس پر قحط کی مصیبت آتی ہے"۔ (احمد)

"جس قوم میں بدکرداری پھیل جاتی ہے اس میں وبا پھیل جاتی ہے اور بکثرت اموات ہوتی ہیں"۔ (امام مالکؒ) اگر مندرجہ بالا ہدایات پر عمل کیا جائے تو نہ صرف مقدس اور محرم رشتوں کی پامالی پر روک لگائی جاسکتی ہے، بلکہ سماج اور معاشرہ کو صالح اور پاکیزہ بنایا جاسکتا ہے۔ کیا اہل ایمان کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ وہ خود ان احکام پر صدق دل سے عمل کریں اور اہل ملک کو ڈرائیں اور سیدھی راہ دکھلائیں ورنہ قحط سالی وبائیں اور نت نئی مہلک بیماریاں اس ملک کا مقدر بن جائیں گی اور اس کی لپیٹ میں باشندگان ملک کے ساتھ اہل ایمان بھی آجائیں گے۔ ●●

POSTED ON 2 June 2009 AT DELHI R.M.S. LICENCE NO. U (D.N.)- 41 / 2009 - 11 TO POST WITHOUT PRE PAYMENT PAGES-8.

۴؍ جون ۲۰۰۹ء

TELEGRAM : ADDAWAH NEW DELHI-110025
PHONES: Editor: 26958816, Manager: 26949539, Fax:26958816
E-mail:- dawattrust@yahoo.co.in, dawatnews@indiatimes.com

DAWAT SEHROZA
NEW DELHI-110025

R.N.I. No.522/57
POSTAL REGISTRATION No.
DL (S) - 05 / 3128 / 2009 - 2011 & DL (S) - 05 / 3266 / 2006-08 (Foreign Post)

احوال وکوائف

ایک سابق صدر کی خودکشی کا معاملہ

شفیق الرحمن

جنوبی کوریا کے سابق صدر روہ مو ہیون (Roh Moo Hyun) گزشتہ ۲۳ ؍مئی کو اس جہان فانی سے ملک عدم کو سدھار گئے، جو بھی یہاں آیا ہے اس کو ایک نہ ایک دن سب کچھ چھوڑ کر یہاں سے چلے جانا ہے۔ اس لحاظ سے روہ مو ہیون کے یہاں سے رخصت ہوجانے میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ ایک نہ ایک دن تو انہیں راہیٔ ملک عدم بننا ہی تھا۔ مگر جن حالات میں ان کی موت ہوئی ہے اس نے اس واقعہ کو غیر معمولی بنا دیا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ انھوں نے خودکشی کی ہے۔ ان پر بدعنوانیوں میں ملوث ہونے کے نہایت سنگین الزامات تھے۔ آخری دم تک وہ ان الزامات کی تردید کرتے رہے، اس کے باوجود جن کی چھان بین جاری تھی، حالانکہ ان کی شہرت جنوبی کوریا کے 'مسٹر کلین' کی تھی۔

۲۰۰۳ء میں جب انھوں نے صدارتی انتخاب جیتا تھا وہ شہرت کی بلندیوں کو چھو رہے تھے۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ ایک صاف ستھرے سیاستداں کے طور پر اس وقت جنوبی کوریا کے آسمان سیاست پر چھائے ہوئے تھے۔ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں انھوں نے میدان سیاست میں قدم رکھا تھا اور ایک قوم پرست سیاستداں کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آئے تھے۔ وہ آہنی عزائم کے مالک کہے جاتے تھے، شاید اسی لئے ان کی عرفیت 'استون بین' تھی۔ قوم پرست ہونے کے ناطے ان کو کوریا کا دولخت ہونا نہایت شاق گزرتا تھا، اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اس مصنوعی دیوار کو ہمیشہ کے لئے ڈھا دینا چاہتے تھے، اس کے لئے وہ ہمیشہ کوشاں بھی رہے اور جب انھوں نے ملک کی باگ ڈور سنبھالی تو اس کی جی جان سے کوشش کی کہ اپنوں کے درمیان نفرت کی جو دیوار کھڑی کردی گئی ہے اس کو گرادیا جائے۔

کہا جاتا ہے کہ وہ اس مصنوعی تقسیم کو ایک گہری سامراجی سازش خیال کرتے تھے، لہٰذا وہ اس کا پردہ فاش کرنا چاہتے تھے تاکہ دلوں کے غبار دھل سکیں اور اہل وطن اپنی منزل خود طے کریں۔ انھوں نے مفاہمت کا راستہ اختیار کیا اور دونوں کوریاؤں کے بیچ مصالحت کرانے کیلئے ٹھوس قدم اٹھایا اور اکتوبر ۲۰۰۷ء میں اپنوں اور غیروں کی زبردست مخالفت کے علی الرغم پیانگ یانگ کا سفر کیا جہاں وہ اپنے شمالی کوریائی ہم منصب کم جونگ اِل سے گلے ملے، دونوں نے نفرت اور عداوت کو ہمیشہ کے لئے دفن کردینے کا عزم بھی ظاہر کیا۔ کہا جاتا ہے کہ سرحد کے دونوں جانب اس پر زبردست خوشیاں منائی گئیں۔ کہتے ہیں کہ یہیں سے ان کی شہرت ماند پڑنا شروع ہوئی اور صاف ستھری شخصیت کی شبیہ داغ داغ ہونے لگی۔ پھر ۲۰۰۸ء آگیا جب ان کی پانچ سالہ مدت صدارت پوری ہوگئی۔ کوریا کا دستور دوسری بار صدارتی امیدوار بننے کے راستے میں رکاوٹ بن کر کھڑا ہوگیا، جب وہ اقتدار سے بےدخل ہوگئے تو ان پر کرپشن کے سنگین الزامات عائد ہوئے اور دیکھتے دیکھتے وہ ملک کے ایک ناپسندیدہ شخص بن گئے۔ اس سے وہ اس قدر ملول اور دل برداشتہ ہوئے کہ انھوں نے خودکشی کرلی۔

نیویارک ٹائمز میں مسٹر روہ مو ہیون کی خودکشی سے متعلق چوسانگ ہن کی جو کہانی شائع ہوئی ہے اس میں اس کا ماجرا کچھ یوں بیان کیا گیا ہے کہ ہفتے کی علی الصبح مسٹر ہیون نے اپنا کمپیوٹر آن کیا اور اس پر ایک پیغام (سوسائڈ نوٹ) ٹائپ کیا، اس کے مخاطب ان کے اہل خانہ (بیوی اور دونوں بچے، ایک لڑکا، ایک لڑکی) تھے۔ اس میں انہیں تسلی دیتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے کہ بہت زیادہ افسردہ نہیں ہونا چاہئے۔ زندگی اور موت تو قدرت کا ایک کھیل ہے۔ اسے مقدر کا لکھا سمجھ کر قبول کرنا چاہئے، لہٰذا کسی کو موردالزام ٹھہرانے کی بھی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ اس کے ایک گھنٹہ بعد یعنی پو پھٹنے کے بعد وہ اپنے گھر سے نکلے، اپنے ایک محافظ کو ہمراہ لیا، ان کا آبائی گاؤں بونگہا (Bongha) ایک پہاڑی کے دامن میں آباد ہے۔ وہ پہاڑی پر چڑھ گئے اور ایک چٹان پر کھڑے ہوگئے پھر وہاں سے چھلانگ لگا دی۔ اس کے بعد چوکی رپورٹ خاموش ہے۔

خبررساں ایجنسی رائٹر کی اطلاع یہ ہے کہ مسٹر ہیون وہاں سے پوسان کی نیشنل یونیورسٹی کے اسپتال لائے گئے جہاں ڈاکٹروں نے انہیں مردہ قرار دے دیا، بی بی سی ورلڈ سروس کی جانب سے پیش کئے جانے والے وفیات کے پروگرام میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان کی موت ایک کھائی میں گر جانے کے سبب ہوئی ہے۔ بی بی سی کی اس رپورٹ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جنوبی کوریا کی پولیس کا خیال ہے کہ یہ خودکشی ہوسکتی ہے۔ اس رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ انہیں کوہ پیمائی کا بڑا شوق تھا۔

دریں اثناء دی اسٹریٹ ٹائمز نے یہ خبر دی ہے کہ اس 'خودکشی' کی ازسرنو چھان بین کی جائے گی اس لئے کہ محافظ کے متضاد بیانات نے اس کو مشکوک بنا دیا ہے۔ ایک ریجنل پولیس چیف نے اخبار نویسوں کو یہ بتایا کہ مسٹر روہ مو ہیون کے محافظ نے اپنے پہلے بیان میں یہ کہا کہ روہ مو ہیون نے اس کی آنکھوں کے سامنے چٹان سے چھلانگ لگائی۔ لیکن اس نے ایک دوسرے بیان میں اس کی جو تفصیل بتائی ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت وہ وہاں موجود نہیں تھا۔ اس تفصیل کے مطابق مسٹر روہ مو ہیون اس کے ہمراہ صبح کے ساڑھے چھ بجے پہاڑی پر پہنچے، جسے Owl Rock کہتے ہیں۔ تین منٹ کے بعد انھوں نے اپنے محافظ سے یہ کہا کہ وہ پہاڑی کی چوٹی پر واقع قدیم بودھ مندر تک جائے اور آکر یہ بتائے کہ وہاں بڑا پجاری موجود ہے یا نہیں، جب وہ واپس آیا تو اس مقام پر مسٹر روہ مو ہیون کو موجود نہ پاکر پریشان ہوا تھا۔ پھر اس نے انہیں ادھر ادھر تلاش کیا تو وہ ایک جگہ پڑے ہوئے ملے۔ اس وقت چھ بج کر پینتالیس منٹ کا عمل ہو رہا تھا۔ اس نے انہیں اپنے کندھے پر لادا اور گھر تک لایا پھر کار میں رکھ کر قریبی شفاخانے لے گیا۔

مسٹر روہ مو ہیون ایک غریب خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ انھوں نے اپنی محنت، لگن اور شوق سے پڑھائی کی۔ اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ وہ راتوں کو رات کے پہریدار کی نوکری کرتے تھے اور دن میں پڑھائی کرتے تھے۔ اس طرح انھوں نے قانون کی ڈگری حاصل کی۔ کچھ دن وکالت کی۔ تھوڑے دن تک جج بھی رہے۔ حقوق انسانی کے چیمپئن بنے اور یہی سیاست میں قدم رکھنے کا ان کے لئے زینہ بنا۔ ●●

اسرائیلی ریاست: نشانِ عبرت

ڈاکٹر ساجد خاکوانی

کوئی ہمارے گھر کے ایک حصے میں آن بیٹھے اور کچھ عرصے بعد اس حصے کی ملکیت کا دعویٰ کرے اور ہمیں ہمارے گھر سے نکل جانے کو کہے تو ہم اسے کبھی اپنا ہمسایہ تسلیم نہ کریں گے اور اسے کبھی بھی برداشت نہیں کریں گے۔ اسرائیل کا رویہ اس سے بھی شاید بدترین ہے کہ یہودی ایک زمانے تک فلسطین میں دنیا کے مختلف ملکوں سے نقل مکانی کرکے وارد ہوتے رہے اور پھر انھوں نے اس علاقے کو بزور بہ سازش اپنی ریاست بنا کر فلسطینیوں کو وہاں سے نکالنا شروع کردیا اور تب سے اب تک یہودی بضد ہیں کہ انہیں جائز ریاست تسلیم کیا جائے۔ ان کے ساتھ سفارتی تعلقات استوار کئے جائیں اور انہیں اچھا پڑوسی گردانا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی ناشکری، انبیاء علیہم السلام کے قتل اور کتاب اللہ میں تحریف سمیت بے شمار جرائم کے باعث اللہ تعالیٰ نے ان یہودیوں کو دنیا کی امامت سے برخاست کرکے تو ذلت و رسوائی ان پر مسلط کردی تھی۔ کم و بیش دو ہزار سالوں تک یہ دنیا میں نیست و نابود ہوتے رہے اور کہیں انہیں جائے پناہ میسر نہ آئی۔ جتنی ذلت و خرابی اس قوم نے دیکھی ہے کسی اور قوم کو اتنی غریب الدیاری کی مشقت میں نہیں ڈالا گیا۔ پوری دنیا میں ایک جگہ سے نکالے جاتے تو دوسری جگہ ان پر پھٹکار پڑنا شروع ہوجاتی۔ ہر قوم ان سے تنگ اور ہر ملک ان کی سازشوں سے نالاں تھا۔ یہاں تک کہ ان کا وجود دنیا کے لئے ناقابل برداشت ہوگیا اور گزشتہ صدی کے نصف میں پوری دنیا سے ان کا نام و نشان مٹانے کی مہم کا آغاز ہوا۔ قریب تھا کہ یہ دنیا سے نابود ہوجائیں لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شاید اس نشان عبرت کو قیامت تک باقی رکھنا منظور ہے اس لئے ان کی بچی کھچی نسل کو اسرائیل جیسی جگہ کچھ عرصے کے لئے عطا ہوئی تاکہ یہ اپنی نسل کو دنیا میں پھر مستحکم کرسکیں۔

مشرق وسطیٰ میں بحیرہ روم کے آخری مشرقی کونے کے کنارے یہ ناجائز ریاست قائم ہے۔ اس کے شمال میں لبنان، شمال مشرق میں مملکت شام، مشرق اور جنوب مشرق میں اردن، جنوب مغرب میں مصر اور مغرب میں بحیرہ روم کا ساحل ہے۔ اسرائیل کا کل رقبہ تقریباً آٹھ ہزار مربع میل ہے اور اس کے مرکزی دفاتر یروشلم میں واقع ہیں۔ یہ چھوٹی سی فتنہ پرور ریاست لمبائی کے رخ شمال سے جنوب کی طرف کل ۲۹۰ میل ہے اور چوڑائی میں مشرق سے مغرب تک کل ۸۵ میل ہے۔ اسی کی پشت پر "کوہ صیہونی" بھی ہے، جس کی نسبت سے اس کو صیہونی ریاست کہا جاتا ہے۔ یہ خالصتاً مذہبی بنیادوں پر قائم یہودی ریاست ہے جو اس علاقے پر اپنا مذہبی اور نسلی حق بھی جتاتے ہیں۔ پہلی جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت یہودی کثرت سے فلسطین میں آباد ہونے لگے۔ بہت بڑی تعداد کی آمد کے بعد اپنی ناپاک فطرت کے باعث انھوں نے مقامی باشندوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کردی۔ برطانوی سامراج اس وقت یہاں مسلط تھا جس نے اس بڑھتی ہوئی کشمکش میں اقوام متحدہ جیسے درباری ادارے اور مسلمان غداروں کے ذریعے ۱۴؍مئی ۱۹۴۸ء کو اسرائیلی ریاست کے قیام کا باقاعدہ اعلان کردیا، کم و بیش ایک صدی کی صیہونی تحریک کا یہ نتیجہ تھا۔ سامراج چاہتا تھا کہ بڑھتی ہوئی اسلامی قوت اس سے ٹکرانے کی بجائے یہودیوں سے ہی نبردآزما رہے کیونکہ سامراج اپنی کل قوت جنگ عظیم میں ٹھکانے لگا چکا تھا اور اب اس میں مزید ہمت و حوصلہ عنقا تھا۔ اسرائیل کے قیام کے ساتھ ہی پڑوسیوں سے مسلسل سرحدی جنگیں جاری ہوگئیں اور نوبت دو بڑی عرب اسرائیل جنگوں تک بھی پہنچی۔ عرب قیادت اگرچہ پسپا ہوگئی اور مصر نے تو اسرائیل کو تسلیم کرلینے جیسی قبیح حرکت کا بھی ارتکاب کیا۔ لیکن فلسطینی مجاہدین آج بھی اس طاغوت سے نبردآزما ہیں۔

اس ریاست کا درجہ حرارت عرب کے دیگر علاقوں کی طرح گرم ہے۔ لکڑی، پوٹاشیم، قدرتی گیس اور فاسفیٹ کے ذخائر سمیت ریت کے میدان اس ریاست میں قدرتی تحفے ہیں۔ کل آبادی ۷۲ لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ آبادی میں اضافے کی شرح ۱.۶۷ فیصد ہے اور شرح پیدائش ۰۰۲۰ فیصد ہے۔ آبادی میں ۷۶ فیصد یہودی ہیں جبکہ بقیہ غیر یہودی مذاہب کے لوگ آباد ہیں، دنیا کے مذاہب میں صرف "بہائی" ہیں جن کا مرکز اسرائیل میں قائم ہے۔ دفتری زبان "عبرانی" ہے جبکہ عرب کثرتی علاقوں میں عربی بھی بطور دفتری زبان کے استعمال ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ آبادی کا بہت بڑا حصہ باہر سے آیا ہوا ہے اس لئے انگریزی بھی وسیع پیمانے پر بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ یہودیوں کی اکثر آبادی یورپ، مشرق وسطیٰ، افریقہ اور کم و بیش دنیا کے سبھی ممالک سے آئی ہے اور سب اپنی اپنی زبانیں بولتے ہیں اس لئے اسرائیلیوں کی کوشش ہے کہ صدیوں کی گرد تلے دبی ہوئی عبرانی زبان کو زندہ کرکے تو اسے پھر سے یہودیوں کی ایک زبان بنا دیا جائے۔ شرح خواندگی ۹۷ فیصد ہے اور قومی آمدنی کا سات فیصد تعلیم پر خرچ کیا جاتا ہے۔ پانچ سے پندرہ سال کی عمر میں تعلیم عام اور مفت ہے اور حکومت حصول تعلیم پر سختی بھی کرتی ہے۔ جو بچے ابتدائی عمر میں تعلیم سے نابلد رہ جاتے ہیں ان کیلئے بعد میں حکومت کی طرف سے تعلیم بالغان کا انتظام کیا جاتا ہے۔ وہاں کے ریڈیو اور ٹی وی بھی تعلیمی نشریات کے دوران طلبہ و طالبات کیلئے تدریسی پروگرام نشر کرتے ہیں۔ یہودیوں کیلئے عبرانی زبان اور عربوں کیلئے عربی میں کتابیں تصنیف کی جاتی ہیں۔ اسرائیل کی جامعات میں تعلیمی آزادی کو باقاعدہ قانونی تحفظ حاصل ہے۔

یہاں پارلیمانی جمہوریت کا سیاسی نظام رائج ہے لیکن ریاست کا کوئی تحریری آئین نہیں ہے تب بھی اسرائیل کا شمار دنیا کی بہترین جمہوریتوں میں ہوتا ہے۔ قانون کے طور پر کچھ بنیادی ضابطے، جملہ انتظامی احکام اور کچھ روایات ہی ہیں۔ ریاست کو چھ ضلعوں میں تقسیم کیا ہوا ہے، مرکزی ضلع، یروشلم، حیفہ، شمالی ضلع، جنوبی ضلع اور تل ابیب، جبکہ ۱۵ کی تعداد میں مزید چھوٹی انتظامی اکائیاں ہیں جہاں ہر پانچ سال بعد مقامی حکومتوں کے انتخابات منعقد ہوتے ہیں۔ یہ تقسیم صرف اسرائیل کے یہودی علاقوں کے تحت ہے، عرب مقبوضہ علاقوں میں جن میں غزہ، مغربی کنارہ، اردن کے سرحدی علاقے وغیرہ شامل ہیں، ان علاقوں کو براہ راست فوج کے کنٹرول میں دیا ہوا ہے۔ کیا خوب تقسیم ہے حکومت کی اپنے لئے میٹھا میٹھا اور دوسروں کیلئے کڑوا کڑوا، فوج آئے دن وہاں خون کی ہولی کھیلتی ہے۔ برطانوی قوانین میں ضروری ترامیم کے بعد یہاں انہیں رائج کیا ہوا ہے۔ سپریم کورٹ یہاں کی اعلیٰ عدالت ہے اور دنیا کے بڑے بڑے ممالک کی طرح یہاں کی عدلیہ بھی سیاسی دباؤ سے قطعاً آزاد ہے۔ ریاست کا سربراہ صدر کہلاتا ہے، صدر کے پاس کوئی بہت زیادہ اختیارات نہیں ہوتے معمول کے فرائض کے علاوہ ججوں کی تقرری، محتسب کا تقرر اور بینک آف اسرائیل کے گورنر کا تقرر سمیت اہم اداروں کے سربراہوں کی تقرری صدر کے صوابدیدی اختیارات میں شامل ہے۔ جبکہ وزیراعظم حکومت کا سربراہ ہوتا ہے۔ وزیراعظم کا انتخاب پوری قوم براہ راست رائے دہی سے کرتی ہے۔ وزیراعظم اپنی کابینہ بناتا ہے جو اسمبلی کے اراکین پر اور غیر اراکین اسمبلی پر بھی مشتمل ہوسکتی ہے۔ ایک ہی نمائندہ قانون ساز ادارہ ہے جسے عرف عام میں اسمبلی کہتے ہیں۔ اسمبلی کی ۱۲۰ نشستیں ہیں اور مدت انتخابات چار سال ہے۔ انتخابات متناسب نمائندگی کی بنیاد پر ہوتے ہیں یعنی جو پارٹی جتنے فیصد ووٹ لیتی ہے اتنے فیصد اس کے نمائندے اسمبلی میں پہنچ جاتے ہیں۔ ووٹر کی عمر ۱۸ سال اور امیدوار کی کم سے کم عمر ۲۱ سال مقرر ہے۔

مختصر سی مملکت میں ۴۷ ہوائی اڈے ہیں۔ اسرائیلی ریاست نے سڑکوں کا جال بچھانے پر خصوصی توجہ دی ہے اور اب پورے اسرائیل میں ہر شہر سے ہر ہر شہر تک بسوں کی بہترین سروس مہیا رہتی ہے۔ سڑکوں کے اس بہترین نظام کے باعث ریلوے سروس کی اہمیت کافی کم ہوگئی ہے۔ "ربی" یہودیوں کے مذہبی رہنما ہوتے ہیں۔ جنہیں عائلی قوانین کے تحت فیصلے کا اختیار بھی حاصل ہے، فوج میں بھی ایک بہت بڑا عالم دین بریگیڈیر جنرل کے عہدے پر فائز ہوتا ہے جو فوج کے ساتھ متحرک رہتا ہے۔ نیشنل ہیلتھ انشورنس پروگرام کے تحت سرکاری اور نیم سرکاری ادارے قوم کو بہترین طبی سہولیات مہیا کرتے ہیں۔ بہت سے نجی ادارے بچوں کو اور زخمیوں کو ابتدائی طبی امداد مفت فراہم کرتے ہیں۔ تل ابیب یہاں کا عالمی شہرت یافتہ شہر ہے جہاں سے بے پناہ اخبارات شائع ہوتے ہیں، کچھ عرصہ پہلے تک اخبارات کا ملک میں پھیلی ہوئی کئی سیاسی جماعتوں سے الحاق ہوا کرتا تھا، لیکن اب اخبارات نے وہاں پر آزادانہ پالیسی اپنانا شروع کردی ہے۔ دنیا کی تقریباً تمام بڑی زبانوں میں یہاں سے اخبارات و رسائل شائع ہوتے ہیں۔ لیکن نصف سے زائد عبرانی زبان میں ہی ہوتے ہیں۔ اسرائیل ڈیفنس فورسز کے نام سے بری، بحری اور فضائی افواج نہتے فلسطینیوں پر خوب خوب گولہ باری کرتی ہیں۔ ان افواج نے پورے فلسطین کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ مسلمان ملاح بھی اگر کبھی مچھلی کے شکار کیلئے سمندر میں کچھ آگے تک چلے جائیں تو اسرائیلی بحریہ انہیں گولیوں پر رکھ لیتی ہے۔ ●●

بقیہ: عوام کیسی حکومت چاہتے ہیں؟

لیکن ایک پہلو اور بھی سامنے آرہا ہے، جس میں یہ بات کہی گئی ہے کہ عوام نے جنگجویانہ ذہنیت کے خلاف ووٹ دیا ہے۔ عوام امن اور چین چاہتے ہیں۔ عوام کو اپنے مسائل کا حل چاہئے۔ عوام نے یہ فیصلہ سنایا ہے کہ حکومت کو پرامن بقائے باہم کے اصول پر چلنا چاہئے۔ اسے اپنے پڑوسیوں اور ہمسایہ ملکوں کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہئے۔ مفاہمت اور مصالحت کا راستہ اپنانا چاہئے، خواہ وہ معاملہ پاکستان کا ہو، سری لنکا کا ہو، بنگلہ دیش کا ہو یا نیپال کا ہو۔ ہندوستان کو ان میں سے کسی کے بھی داخلی معاملات میں بےجا دلچسپی نہیں لینی چاہئے اور نہ فوجی مداخلت کے بارے میں سوچنا چاہئے۔ ایک تجربہ کار اور منجھے ہوئے سابق سفارتکار چنمے آر گھرے خاں نے اپنے ایک حالیہ جائزے میں اس پہلو کو ابھارا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس بار جو عام انتخاب ہوا ہے اس کے نتائج سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ممبئی پر ہونے والے حملے کے نتیجے میں ملک کے اندر زبردست پاکستان مخالف لہر اٹھی، اس دوران مقالات، مضامین اور سیاسی تجزیوں کا انبار لگا دیا گیا، جن میں یہ مشورہ دیا گیا کہ حکومت کو علامتی طور پر ہی سہی فوجی طاقت کا استعمال کرنا چاہئے۔ یہ مشورہ دینے والوں میں بعض سابق فوجی افسران اور ماہرین ہی تھے مگر سچی بات یہ ہے کہ یہ فکر عوامی امنگوں اور سوچ کی صحیح طور پر ترجمان نہیں کہی جاسکتی۔ ان کا کہنا ہے کہ عوام کو اس قسم کی مہم جوئی کے انجام کا کیا اندازہ، لیکن ماہرین اور حقائق سے اچھی طرح واقف افراد تو جانتے ہیں کہ اس طرح کی مہم جوئی کتنی خطرناک ثابت ہوسکتی ہے۔ اس لئے ان کا مشورہ یہ ہے کہ واقف کاروں کو عوامی جذبات سے نہیں کھیلنا چاہئے بلکہ حالات کا تجزیہ سنجیدگی سے کرنا چاہئے اور صائب مشورہ دینا چاہئے۔ ان کے خیال میں موجودہ حالات اس طرح کی مہم جوئی کے متحمل نہیں ہیں۔ (ش ر)

ضرورت رشتہ

تحریکی گھرانے سے تعلق رکھنے والی ایک لڑکی جس کی عمر ۲۵ سال، قد ۵ فٹ، رنگ گورا، خوبصورت و خوب سیرت، تعلیم ایم کام، کے لئے مہذب گھرانے کے تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ مطلوب ہے۔ دہلی یوپی اور بہار کے رشتے کو ترجیح دی جائے گی۔

Box No. 1649
C/o Sehroza Dawat
Dawat Nagar, D-314,
Abul Fazl Enclave,
Jamia Nagar, New Delhi-25

مئو کا بنا تیز اثردار افضلس نورانی تیل

لیبل و کیپ پر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر خریدیں

بدن کے ہر قسم کے درد، زخم، چوٹ، ورم، سردی کے امراض نیز بچوں کی بہت سی بیماریوں مثلاً حلقہ، خناق، کھانسی، نزلہ، زکام وغیرہ میں بےحد مجرب و مفید ہے

INDIAN CHEMICAL CO. NEW CHEMICAL CO.
Mau Nath Bhanjan-Mau-275101 (U.P.)

قادری دواخانہ کی کامیاب ترین یونانی دوائیں

گٹھیا کے درد میں؟

زعفرانی تیل

DIAL
033-2469-3173
033-2489-3539

گیسٹک کے درد میں

قبض تروجن

بدہضمی، بھوک کی کمی، درد جگر، قبض، سینے کی جلن اور پیٹ کے جملہ امراض میں بہت ہی مفید ہے

QABZTROZIN

Qadri Dawakhana
B-18, NAWAB WAJID ALI SHAH ROAD, KOLKATA - 24,
DISTRIBUTORS: DARYA BADI DAWAKHANA 393, E. R. Road, Pydhonie, Mumbai - 400 003
RELAX ENTERPRISES 3416, Bahishti Wada, No.1, Dhule - 424 001

دماغین برین ٹانک

dimagheen

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

ایمرجنسی کی آزمائشیں اور جماعت اسلامی ہند

مرتبہ: انتظار نعیم

یہ کتاب ۱۹۷۵ تا ۱۹۷۷ ملک میں ایمرجنسی کے نفاذ کے بعد جیل جانے والے اور وہاں کی ابتلائیں اور آزمائشیں برداشت کرنے والے مختلف ریاستوں کے رفقا اور کارکنوں کی روداد زندگی پر مشتمل ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اپنے آپ میں جماعت کے ایک دور کی تاریخ بھی ہے، جو تیس (۳۰) سال کی مدت گزر جانے کے باوجود قاری کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

اس کتاب کے مطالعے سے سچے اہل ایمان اور تحریک اسلامی سے وابستہ افراد کے لیے راہ حق میں پیش آنے والی رکاوٹوں اور مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کتاب سے حکومت کی جانب سے آمرانہ طرز کے اقدامات کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور دین حق کی تبلیغ و اشاعت کی پاداش میں قید و بند سے دوچار ہونے والے رفقا کے صبر و ثبات سے آگاہی بھی ہوتی ہے۔ اور اس کتاب سے قارئین کو یہ بھی معلوم ہوسکے گا کہ ایمرجنسی کے زمانے میں آر ایس ایس اور جماعت اسلامی کے افراد کو ایک دوسرے کے قریب آنے اور ایک دوسرے کو سمجھنے سمجھانے کا موقع کب اور کتنا ملا اور اس کے کیا اثرات محسوس کیے گئے۔

سائز: $\frac{23\times36}{16}$ ☆ صفحات: ۲۳۲ ☆ قیمت 100/

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز

P.O. Box No. 9752, Jamia Nagar, New Delhi-110025
Ph: 26954341, 26971652, 26946447 (D) Fax: 26947858
E-Mail: mmipublishers@gmail.com Website: www.mmipublishers.net

دعوت

پرنٹر، پبلشر خلیل احمد نے دعوت ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی جانب سے ایرائین آرٹ پرنٹرز قاسم جان اسٹریٹ بلیماران دہلی ۱۱۰۰۰۶ میں سے چھپوا کر دفتر دعوت ڈی ۳۱۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: پرواز رحمانی

اسسٹنٹ ایڈیٹر: شفیق الرحمن

سب ایڈیٹرز: محمد عبداللہ ندوی، عقیدت اللہ قاسمی، عمیر کوثی ندوی، اشرف علی بستوی